سلسلہ مکتوبات امامِ خراسانی

مکتوبِ مبارک

مجدد ملّت، شیخ المشائخ
غوث الاغیاث، بحرالعلوم
امامِ خراسانی، سیدنا و مرشدنا
اخندزادہ حضرت

سیف الرحمٰن مبارک

پیر ارچی خراسانی



قرۃ العینین
فی
تقبیل الیدین والرجلین

ہاتھ پاؤں چومنے کا شرعی حکم

تحقیق، تخریج، حواشی

صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ عابدی سیفی

سلسلہ مکتوبات امامِ خراسانی

مکتوب مبارک

مجدد ملّت، شیخ المشائخ غوث الاغیاث، بحر العلوم

امامِ خراسانی، سید ناو مرشدنا اخندزادہ حضرت

سیف الرحمٰن مبارک پیرارچی وخراسانی

قرۃ العینین

فی

تقبیل الیدین والرجلین

ہاتھ پاؤں چومنے کا شرعی حکم

تحقیق. تخریج. حواشی

صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ عابدی سیفی

عرفان سیفیہ پبلی کیشنز

جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد نمبر 1 بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

0300-4264924, 0334-9707302

نام کتاب .... **قرة العينين فى تقبيل اليدين و رجلين**

مکتوب گرامی .... حضرت مجدد ملت، قیوم زمان پیر طریقت سیدنا و مرشدنا

اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق، تخریج وحواشی ....صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ عابدی سیفی

سن اشاعت .... جنوری 2014ء بمطابق ربیع الاوّل

ناشر .... عرفان سیفیہ پبلی کیشنز

جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد نمبر 1 بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

0300-4264924, 0334-9707302

0333-4263843, 042-35721609

ملنے کے پتے

- ☆ **الجامعة السيفية و المكتبة السيفية، فقير آباد (لکھو ڈیر) رنگ روڈ لاہور**
- ☆ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، حسین ٹاؤن، راوی ریان تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ
- ☆ جامعہ سیفیہ رحمانیہ لبنات الاسلام، بادشاہی روڈ، ادھووال کلاں، گجرات
- ☆ جامعہ گلزار سیفیہ، چندرائے روڈ نزد گوالا کالونی، مرشد آباد چونگی امر سدھو لاہور
- ☆ پیر طریقت صوفی محمد منشاء عابدی سیفی، چک نمبر 17/1.R ضلع اوکاڑہ۔
- ☆ حکیم اہلسنت حکیم محمد عمران عابدی سیفی، گلشن مارکیٹ نیو ملتان
- ☆ صاحبزادہ محمد شبیر سیفی عقب تھانہ کنجاہ ضلع گجرات

انتساب

اپنی اس کاوش کو ان کے نام کرتا ہوں

جو سرکار اخندزادہ مبارک کے منظور نظر تھے

جنہیں سرکار مبارک نے ”صدیق من“ کا دلنواز لقب عطا فرمایا

جنہیں سرکار مبارک نے ”محب و مخلص من“ جیسے محبت بھرے الفاظ سے یاد فرمایا

جنہیں سرکار مبارک نے ”عزیز من و محب و محبوب من“ کے دلفریب خطاب سے نوازا

جنہیں سرکار مبارک نے ”نور چشم“ جیسے دل نشیں الفاظ کا تاج عطا فرمایا

جی ہاں وہی

جنہیں سرکار مبارک شیر پنجاب، قطب پنجاب فرمایا کرتے تھے

یعنی

شیخ طریقت، متوکل زمانہ، مجاہد اہلسنت، حضرت علامہ

پیر محمد عابد حسین رضوی سیفی

اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے

امین بجاہ النبی الکریم علیه التحية و التسليم

فہرست

تقریظ

جگر گوشہء مبارک، قدوۃ العلماء والمشائخ، تصویر پیرا رچی و خراسانی، جامع معقول و منقول شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد حمید جان سیفی مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و مصلیا۔ اما بعد !

عزیز الوجود عرفان اللہ سیفی زید مجدہ کی زیر نظر کتاب ''قرۃ العینین فی تقبیل الیدین و الرجلین'' اصل میں قبلہ والدی سرکار مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی ہے۔ جس کی شرح و تخریج پر صاحبزادہ صاحب نے خوب عرق ریزی کی ہے اور گوہر بے بہا جمع کیے ہیں۔ بعض ناقدین کا یہ نظریہ ہے کہ جھکنا بھی عبادت ہے، لہذا غیر اللہ کے لیے جائز نہیں، زیر نظر کتاب میں احادیث مبارکہ کو جمع کر کے اس نظریے کا بھی بطلان ہو گیا۔ اس کا مطالعہ کرنے والا ایسے باطل نظریات سے یقیناً اجتناب کرے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ خود بھی حسنین کریمین کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک اور قدم مبارک کو بوسہ دیا اور صحابہ کرام ایک دوسرے کے ہاتھ کو چوما کرتے تھے۔ اس لیے یہ مسئلہ خوب آشکار ہو چکا ہے۔ اپنے مرشد گرامی کے مکتوب پر کام کرنا ایک احسن عمل ہے، عرصہ سے خواہش تھی کہ اس پر کام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کی توفیق حافظ عرفان اللہ کو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ اور اس کام میں ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین

تقریظ

جگر گوشہ، امام خراسانی، حضرت علامہ، صاحبزادہ احمد سعید المعروف یار جان مبارک دامت برکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر عزیز حافظ عرفان اللہ عابدی سیفی نے قبلہ والد گرامی، مجدد وقت، بحر العلوم، سلطان الاولیاء، قیوم زماں، قطب الاقطاب، امام خراسانی، سیدنا و مرشدنا، اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک کے مکتوبات شریف پر تحقیقی کام کا آغاز فرما کر سلسلہ عالیہ سیفیہ کی، خصوصاً سالکین کی بہت بڑی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ سلسلہ کی خدمات کے حوالے سے قبلہ پیر صاحب محترم کے بہت زیادہ احسانات ہیں۔ انہوں نے ہر میدان میں تحریری، تقریری، عملی اور علمی طور پر خوب محنت کی ہے۔ خصوصاً مبارک صاحب کے مخالفین سے مناظرہ و مجادلہ میں زندگی کا بہت زیادہ حصہ صرف کر دیا۔ اب ان کے تربیت یافتہ، برخوردار اس میدان میں اترے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تحریر، تقریر اور عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ حافظ صاحب موصوف اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ سیفیہ واہلسنت و جماعت کی علمی اور عملی خدمات کے ساتھ ساتھ مرکزی ادارہ جامعہ جیلانیہ بھی چلا رہے ہیں۔ بلکہ تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ دار الافتاء کی خدمت بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صاحبزادہ صاحب نے جو مشن شروع کر رکھے ہیں ان میں برکات نازل فرمائے۔ اور ہر میدان میں ترقی عطا فرمائے۔

امین

احقر احمد سعید السیفی المعروف یار جان

خادم آستانہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ فقیر آباد شریف (لکھوڈیر) رنگ روڈ لاہور

تقریظ

حضرت علامہ صاحبزادہ سید احمد حسن پاچا زید مجدہٗ

میرے شیخ طریقت، میرے والد بزرگوار، میرے استاد و مربی، میرے قبلہ و کعبہ حضرت سیدی مبارک رحمۃ اللہ کی خدمت میں گذرے ہوئے ایام زندگی کا سرمایہ ہیں۔ ہمیں آپ کی بارگاہ سے ہر لمحہ سیکھنے کو ملتا۔ ایک دن سیدی مبارک صاحب باڑہ شریف کی مسجد میں تشریف فرما تھے، میں بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ "کچھ لوگ ہاتھ پاؤں چومنے کو شرک کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں انحناء (جھکنا) آتا ہے اور انحناء شرک ہے؟ اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے پشتو زبان میں اس کا جواب ارشاد فرمایا۔ میں نے جو کچھ سنا اسے اپنی بساط کے مطابق، اپنے الفاظ میں تحریر کر رہا ہوں (وباللہ التوفیق)

احادیث سے ہاتھ پاؤں چومنا ثابت ہے۔ حجر اسود، شعائر اللہ میں سے ہے۔ پتھر ہو کر بھی اس کا چومنا باعث اجر و ثواب ہے۔ نہ شرک ہے اور نہ بت پرستی۔ بلکہ حدیث مبارک میں ہے:

یاتی هذا الحجر یوم القیامة له عینان یبصر بهما ولسان ینطق به یشهدلمن استلمه بحق(ترمذی،ابن ماجه عن ابن عباس)

یعنی قیامت کے دن حجر اسود اس طرح آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھے گا، ایک زبان ہوگی جس سے بات کرے گا۔ جنہوں نے اسے چوما

ہوگا ان کے حق میں سچی گواہی دے گا''۔

جب پتھر کو چومنا جائز و باعث ثواب ہو سکتا ہے تو کسی نیک و صالح شخص کے ہاتھ یا پاؤں کو چومنا کیسے شرک ہو سکتا ہے؟ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام سواریوں سے اترے تھے تا کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیں (ابوداود، کتاب الادب، عن زارع عن ابن عمر)

اسی طرح جب ایک موقع پر درخت نے رسول اکرم ﷺ کے بلاوے پر حاضری دی اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو ایک شخص نے اجازت مانگ کر آپ کے سر اور پاؤں کا بوسہ لیا (اخرجہ الحاکم فی المستدرک والقاضی عیاض فی الشفا)

اسی طرح حضرت صفوان بن عسال کی روایت میں بھی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا اور آپ نے منع نہ فرمایا (اخرجہ الترمذی فی کتاب الاستیذان)

جب حضور ﷺ کی حدیث سے یہ ثابت ہوا تو پھر اس کو بزعم خویش شرک کہنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔

صحابہ کرام کے عمل سے بھی ہاتھ کا چومنا ثابت ہوا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ انحناء یعنی جھکنا ممنوع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقا انحناء ممنوع یا حرام نہیں ہے کیونکہ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو رسول اللہ ﷺ مبارک نے جھک کر ان کے چہرے کا بوسہ لیا اور آپ کے آنسو مبارک حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے چہرے پر گرے۔ یہ حضور ﷺ کے اپنے عمل سے ثابت ہوا۔ اسی طرح جب محبوب خدا ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کسی سے بات کیے بغیر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کے حجرے میں داخل ہوئے، انہوں نے محبوب ﷺ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا، چہرہ کو بوسہ دیا اور رونے لگے (رواہ البخاری۔ ج۱، وبمثلہ فی الترمذی، ج۱، الجنائز)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ وہ اپنی اس جگہ کی زیارت کروائیں جہاں رسول اکرم ﷺ نے بوسہ دیا تھا یعنی ناف پھر انہوں نے اس مقام کا بوسہ لیا (عینی للبخاری، ج۴، الجنائز، ص۱۵۱)

ہاں اگر انحناء تعظیم کے لیے یا رکوع کی نیت سے ہو تو پھر ممنوع ہے۔ ورنہ کسان کھیتوں میں کام کے دوران جھکتا ہے کیا وہ بھی شرک کرتا ہے؟ ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے بار بار سر کو مختلف کاموں کے لیے جھکاتا ہے کیا وہ بھی شرک کرتا ہے؟ اس طرح جو لوگ اس کو شرک کہتے ہیں وہ خود عمل زوجیت کے وقت جھکتے ہوں گے تو کیا وہ خود اپنے آپ کو مشرک کہیں گے؟ بلکہ اگر ان سب کاموں کے لیے انحناء کرنا منع نہیں تو ہاتھ پاؤں چومنے کیلئے بھی انحنا کرنا ناجائز نہیں بلکہ ثابت و مستحسن کام ہے۔

فقہاء کرام نے بھی اس پر تصریح کی ہے کہ ہاتھ پاؤں کا چومنا جائز بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

دیکھو قاضیخان، رد محتار، درمختار اور مجمع الانھر میں لکھا ھے

''لا باس بتقبیل ید العالم و الزاهد والمتورع اعزازاً للدّین و التبرك والسلطان لعدله او لاسلا مه،''

یعنی کسی عالم دین یا زاہد و متقی کا ہاتھ چومنے میں حرج نہیں ہے چاہے دین کی بلندی کے لیے تبرک کے طور پر ہو یا کسی بادشاہ کے ہاتھ کا بوسہ دینا اس کے عدل

یا اسلام کے وجہ سے ہو۔ (درالمختار جلد ۵، صفحہ ۲۴۵)

میں نے ایک عالم کا یہ قول پڑھا کہ احترام کیلئے ہاتھ چومنا صحیح ہے مگر تبرک کیلئے اچھا نہیں۔ اس عالم کو یہ عبارت دیکھنی چاہیے تھی کہ یہاں با قاعدہ تبرک کا لفظ ہے۔ لہذا تبرکاً ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ھے۔ تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد والنیۃ (عینی البخاری جلد ۴، صفحہ ۱۵۱)

اس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ناف کا بوسہ تبرک کے طور پر لیا تھا کہ اس مقام سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بوسہ لیا تھا۔ (عینی البخاری جلد ۴، صفحہ ۱۵۱)

مجھ سے ایک وہابی نے یہ سوال کیا کہ کیا جھک کر بوسہ لینا شرک نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کے بچے ہیں کہ نہیں؟ کہنے لگا ہیں۔ میں نے کہا تم ان کا بوسہ لیتے ہو کہ نہیں؟ کہا ہاں کبھی کبھار لیتا ہوں۔ میں نے کہا ہمیشہ ان کو اٹھا کر بوسہ لیتے ہو یا کبھی جھک کر بھی بوسہ لیتے ہو۔ کہا کبھی تو جھکنا بھی پڑتا ہوگا۔ میں نے کہا اس طرح تو بھی تو شرک میں مبتلا ہو گیا۔

پھر میں نے اسے کہا کہ یہ بوسہ لینا شرک یا جھکنا ممنوع نہیں ہے۔
بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔
منع ہے تو سجدہ غیر اللہ ہے۔ اگر سجدہ تعظیماً ہو تو حرام ہے اور اگر سجدہ سے عبادت کی نیت ہو تو کفر ہے۔ پرانی امتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ جس طرح

یوسف علیہ السلام کیلئے ان کے ماں باپ اور بھائیوں نے سجدہ کیا تھا اور قرآن عظیم الشان سے ثابت ہے مگر ہمارے دین میں سجدہ تعظیم حرام ٹھہرایا گیا۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو امر کرتا کہ کسی اور کو سجدہ کرو تو بیوی کو امر کرتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے مگر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، بسوائے اللہ تعالٰی کے لیے۔

یہ فتوی لگانا وہابیوں کا کام ہے۔ وہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آپ سب کو چاہیے کہ ان کی ضلالت اور بدعقیدگی سے خود کو اور اپنے دوست احباب کو باخبر رکھیں۔
دیکھو میرے مرشد مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمتہ اللہ علیہ ابتدائی دور میں تواضع کی وجہ سے پسند نہیں فرماتے تھے کہ کوئی ان کا ہاتھ چومے۔ بلکہ وہ مبارک فرماتے تھے کہ جب کوئی میرے ہاتھ کا بوسہ لیتا ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ گویا میرے ہاتھوں میں سوئیاں چبھ رہی ہیں۔ بعد میں جب صوبہ سرحد میں پنج پیریوں کا فرقہ ملا طاہر پنج پیری کی سربراہی میں پیدا ہوا اور انہوں نے اس عمل کو حرام و شرک کہنا شروع کیا تو مرشد مبارک نے فرمایا کہ ان کی مخالفت کی نیت سے اپنے سے بزرگ ہستیوں کے ہاتھوں کا بوسہ لیا کرو۔ یہ ہمارے اور پنج پیریوں کے درمیان ما بہ الامتیاز ہوگا۔ بعد میں جب کوئی ہاتھ کا بوسہ نہ لیتا تھا تو آپ اس سے تحقیق کرتے کہ کہیں وہ پنج پیری تو نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو بتقضائے حال اس کی خبر لیتے۔ نہ ہوتا تو اس عمل کے مستحب اور جائز ہونے سے آگاہ فرماتے۔
ان سب گمراہ فرقوں کا بانی اعظم ابن تیمیہ ہے جن کا درجنوں مسائل میں سوادِ اعظم اہلسنت سے اختلاف ہے۔
ان لوگوں کا مذہب ہے کہ صرف اور صرف میرے عقیدے والے مسلمان ہے اور باقی سب مسلمان مشرک و بدعتی ہے۔

حالانکہ کوئی مسلمان کسی ولی یا نبی کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا شریک نہیں سمجھتا۔ ابن تیمیہ نے حنبلیت کا دعویٰ کیا تھا مگر کئی مسائل میں وہ اپنے امام کی مخالفت کر گئے۔ اور اجتھاد کی کوشش میں خود کو ہلاک کر گے، ان کے پاس علم بہت تھا مگر علم بغیر ادب کے باعثِ نجات نہیں کہ شیطان کے پاس بھی بہت علم تھا۔

اور پھر کچھ لوگ علم کے باوجود بھی ہلاکت سے دو چار ہوتے ہیں۔ قرآن عظیم الشان میں ہے۔ یضل به کثیرا و یهدی به کثیراً۔

اس کے عقیدے میں مجسمہ کا آئینہ تھا۔ انبیاء علیھم السلام کے شان میں گستاخیاں کر گئے ہیں۔ ابتدا ابن تیمیہ نے کی اور پھر محمد بن عبدالوھاب نجدی نے خوارج کیلئے کام کیا۔

حدیث مبارک میں ان کے لئے قرن الشیطان یعنی شیطان کے سینگ کا لفظ آیا ہے اور ہمارے اطراف میں یہی کام پنجیری لوگ کرتے ہیں کہ اصول و عقائد و مسائل فقہ سب میں اہلسنت سے عدول کر گئے ہیں۔

دیکھو حیلہ اسقاط کو یہ لوگ نا جائز کہتے ہیں۔ یہ عمل بھی ثابت ہے کوئی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو حرام یا بدعت نہ کہے کہ حلال کو حرام کہنا ایمان سے محروم ہونے کا سبب ہے۔

اس طرح سنت کے بعد دعا کرنا جائز بلکہ ثابت ہے۔ کوئی نہ کرے تو نہ کرے مگر اس کو نا جائز کہے گا تو ایمان سلامت نہیں رہے گا۔

ایصال ثواب بھی ثابت و باعث اجر عمل ہے کوئی نہ کر سکا اس کی اپنی مرضی مگر اس کو برا کہنا ایمان کو الوداع کہنا ہے۔

تقریظ

پیر طریقت، رہبر شریعت، سید السادات، پروردۂ آغوش ولایت، غوث زماں، پیر سید زاہد حسین شاہ (آستانہ عالیہ زاہدیہ سیفیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب حضرت مرشد گرامی بمسمّی ''قرۃ العینین فی تقبیل الیدین والرجلین'' متوسلین و مریدین سلسلہ عالیہ سیفیہ واہلسنت و جماعت کے لیے ایک اہم علمی سرمایہ ہے۔ اس میں مکتوب گرامی کی تخریج و تحقیق کے علاوہ اس موضوع پر عزیز القدر، فاضل جلیل، علامہ، صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ سیفی نے وافر مواد جمع کیا ہے۔ عمل کرنے والوں کے لیے ثواب اور اس علمی مواد میں بد دیانتی کرنے والوں پر زور دار طمانچہ ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ اس مکتوب گرامی کی شرح کرنے میں کافی محنت کرنا پڑی ہے۔ بلا شبہ مبارک صاحب کے مکتوبات پر کام کر کے لوگوں کے استفادہ کے لیے آسانی پیدا کرنا ایک بہت بڑا کام اور مشن ہے۔ ان کے بزرگوں نے مبارک صاحب کے مکاتب شریف جمع کرنے میں بڑی محنت کی ہے اور اس کی شرح میں انہی کے پروردہ، برخوردار نے حق خدمت ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عزیز القدر باقی مکتوبات پر کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ میری یہاں پر سلسلہ عالیہ سیفیہ کے دیگر افراد سے درخواست ہے کہ جن افراد کے پاس سرکار مبارک کے مکتوبات ہیں وہ ان کی کاپی ان تک ارسال کریں تا کہ افادہ عام کے لیے اس پر کام ہو سکے۔

والسلام

سید زاہد حسین شاہ

آستانہ عالیہ سیفیہ زاہدیہ، متصل جامع مسجد سید عبداللہ شاہ صاحب

الفلاح پشاور صدر

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر عبدالشکور سیفی صاحب

انبیاء علیھم السلام کی تشریف آوری اللہ جل مجدہ الکریم کا ایسا حکیمانہ فیصلہ ہے جس میں انسانی رشد وہدایت پنہاں ہے۔ تاریخ انسانی میں ہمیشہ سے انبیاء علیھم السلام کامیاب ترین افراد رہے ہیں۔ ان کے بعد ان کی اتباع کرنے والے کامیاب قرار دیئے گئے۔ جو شخص انبیاء کا جتنا زیادہ مطیع وفرمانبردار رہا وہ اتنا ہی کامیاب وکامران رہا۔ کیونکہ انبیاء وحی الٰہی کا مہبط ومرکز ہوتے ہیں۔ اور اپنے معاملات سرانجام دینے میں وحی الٰہی سے انوار تجلیات حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی شخصیت، افعال واقوال میں کاملیت کا اعلیٰ نمونہ ہوتی ہے۔ ان کے متبعین بھی اسی کاملیت سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے کامل ترین شخصیات حضرات صحابہ کرام ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بلاواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اپنی روح کو روشن کیا اور اتباع نبوی میں کاملیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر دکھایا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اتباع کرو گے ہدایت پاجاؤ گے) مزید فرمایا

خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر میرے بعد والوں کا

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عروج وفضیلت کی اصل وجہ نبی کریم کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے علاوہ اتباع رسول ہے اور اتباع متبعین رسول ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی

تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت ضروری ہے جو میرے بعد ہدایت کے چراغ ہیں۔

دور حاضر میں ہمارے شیخ طریقت، قدوۃ السالکین، نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

تصویر مجدد الف ثانی، اخندزادہ، پیر سیف الرحمٰن پیر ارچی وخراسانی صحیح معنوں میں سنت نبوی کے پیکر تھے۔ آپ نے نہ صرف خود ساری زندگی شریعت محمدی کی اتباع میں گزاری، بلکہ لاکھوں لوگوں کی راہنمائی فرمائی اور انہیں سنت نبوی کا مظہر بنادیا۔ ہماری آنکھوں دیکھی بات ہے کہ چور، ڈاکو، شرابی، زانی، سودخور اور رشوت خور آپ کی بارگاہ میں آئے اور ایسے تبدیل ہوئے کہ آج ان کا اٹھنا بیٹھنا سنت کے مطابق بن چکا ہے۔ دنیا کے ٹھکرائے ہوئے آج مرجع گاہ خلائق ہیں۔ دنیا کو گناہوں کی دلدل میں پھینکنے والے آج لوگوں کا ہاتھ تھام کر صراط مستقیم پر لگا رہے ہیں۔ شراب اور جوئے کے اڈوں کے سردار آج تبدیل ہو کر صاحبان محراب ومنبر اور صاحبان سجادہ ہیں۔

تیری نسبت نے سنوارا میرا اندازِ حیات
میں اگر تیرا نہ ہوتا سگِ دنیا ہوتا

حضرت مبارک صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے شب وروز سنت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اور یہی تصویر ہمیں آپ کی تحریر وتقریر میں نظر آتی ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ آپ کی تحریرات کو منظر عام پر لایا جاتا۔ مجھے نہایت خوشی ومسرت ہے کہ قبلہ مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی صاحب نے اس میدان میں قدم رکھا اور ہمیشہ کی طرح یہاں پر بھی نمبر لے گئے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادہ صاحب علامہ مفتی عرفان اللہ عابدی سیفی صاحب کو اس کام پر مامور فرمایا جبکہ مبارک صاحب کے مکتوبات میں سے ایک اہم مکتوب ''بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے'' کے متعلق تھا اس پر تحقیق وتخریج کا کام کر کے اسے شائع کیا جارہا ہے۔

مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ مبارک صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوب کی اشاعت میں اپنی طرف سے مالی خدمت سرانجام دینے کے قابل ہوا۔ یہ یقیناً مرشد کریم کا سارا فیضان ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

میں قبلہ پیر صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اور صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ کی حوصلہ افزائی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید جولانیاں اور ترقیاں عطا فرمائے۔ (امین)

پیر محمد الشکور سیفی

مکان نمبر L-442 گلی نمبر 6 محلہ قاسم آباد راولپنڈی 0333-5136253

تقریظ

عظیم عالمی مبلغہ، عالمہ، حافظہ، شیخۃ الحدیث، محترمہ تسنیم کوثر ہاشمی سیفی

الحمد اللہ ربّ العالمین و العاقبۃ للمتقین

والصلوۃ السلام علی سید المرسلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العزت کا کروڑ ہا شکر، جس نے ہمیں زندگی اور شعور عطا فرمایا، لاتعداد درود برسید العالمین، جن کی رحمت وسنت نے ہمیں زندگی کا ڈھنگ اور ادب سکھایا۔

جب لفظوں میں دھنک رنگ اترنے لگیں، رنگوں میں خوشبوئیں اور خوشبوؤں میں روشنیاں بکھرنے لگیں، تو اسکا مطلب ہوتا ہے کہ لفظ لکھنے والے کا تعلق صرف کتابی علوم سے نہیں بلکہ کسی صاحب نظر سے بھی حصہ وافر حاصل کر چکا ہے۔ تاریخ کے اوراق اُلٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین اور علماء کی ایک بڑی جماعت گذری ہے جو ایک عرصہ تک صوفیائے کاملین سے اختلاف رکھتے رہے۔ محدث شیخ عزالدین، حضرت امام مالک ،حضرت امام احمد، حضرت امام غزالی جیسے مشاہیر بھی اسی فہرست میں شامل نظر آتے ہیں۔ مگر جب اللہ نے اپنے کرم سے بصیرت عطا فرمائی تو یہی لوگ صوفیاء ومشائخ کی بارگاہوں میں جابیٹھے اور مقامات عالیہ سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالی نے یہ سلسلہ یوں ہی قائم کیا ہے۔ کہ ایک فیض لیتا ہے تو دوسرا دیتا ہے۔ نہایت ہی شاذونادر یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی مربی کی تربیت کے بغیر کوئی شخص مقامات عالیہ پر فائز ہو جائے۔ زیرنظر کتاب مستطاب، فاضل جلیل، عالم نبیل، برادر عزیز، مفتی، حافظ عرفان اللہ سیفی عابدی کی نہایت ہی خوبصورت، کار آمد، زمانہء حال کی اہم ضرورت پر مشتمل بیش قیمت اور بے بدل تالیف ہے۔ جنہیں قدم قدم پر اپنے مربی ومحسن، شیخ طریقت، رہبر شریعت، حضرت پیر محمد عابد حسین سیفی رضوی

دامت برکاتہم القدسیہ کی شفقت اور معیت نے نہ صرف ظاہری علوم کے بام عروج تک پہنچایا بلکہ صوفی باصفا، تاجدار اہل صفا، سرفرازِ مقامِ صدیقیت ومجددیت حضرت پیر سیف الرحمٰن مبارک کے قدموں میں پہنچا کر آپ کی نظر شفقت وفیض کا حامل بھی بنادیا۔ ایسی ذات جس کا ہر لفظ حجت، جس کی ہر ادا سنت، جس کی ہر نظر تربیت رہی۔ ہر وہ بات، استفتاء یا استفسار جو آپ کی بارگاہ میں پیش ہوا، دلائل قرآن وسنت سے مزین وآراستہ ہو کر ہی لوٹا۔ بعض اوقات ایک جملے پر مشتمل سوال کے جواب میں تفصیلی مکتوب تحریر فرمادیا۔ ایسے سینکڑوں مکاتیب آپ کے خوش نصیب خلفاء اور علماء کے نام موجود ہیں۔ دورِ حاضر میں درپیش ایک اختلافی مسئلہ "بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے کے بارے میں" مختلف نظریات کا شکار ہے۔ اس پر قیوم زمان، تاجدار سالکاں، حضرت مبارک صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وہ مکتوب گرامی قدر جو حضرت پیر میاں محمد دامت برکاتہم القدسیہ آف راوی ریان کے نام تحریر فرمایا گیا تھا اسکی اہمیت وافادیت کے پیش نظر حافظ، عالم، مفتی ومدرس ومقرر عزیزی عرفان اللہ سیفی عابدی نے نہایت لگن، محنت، جانفشانی اور ذوق تحقیق سے مکتوب مقدس کا نہ صرف ترجمہ پیش کیا بلکہ اس پر تخریج وتحقیق کی اور آخر میں مدلل ومحقق ضمیمہ لکھا اور مخالفین ومعترضین کے اعتراضات کے شافی وکافی جوابات تحریر فرما کر "قرۃ العینین فی تقبیل الیدین و الرجلین" کے نام سے نہایت ہی خوبصورت اور قیمتی سرمایہ امتِ مسلمہ کیلئے محفوظ کرلیا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ عزیز القدر کو تدریس، تقریر اور تحریر میں مزید مقامات عالیہ سے نوازے اور ان کی کاوشِ جمیلہ کو عوام الناس کیلئے افادہ کا باعث فرمائے۔

تسنیم ہاشمی سیفی

مہتممہ وپرنسپل مرکزی جامعہ سیفیہ رحمانیہ لبنات الاسلام

بادشاہی روڈ اُدھووال کلاں گجرات

تقدیم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن لامتناہی نعمتوں سے نوازا ہے۔ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت علم ہے۔علم ایک ایسی عنایت ربانی ہے جس کی بناء پر انسان کو دیگر مخلوقات سے امتیاز حاصل ہوتا ہے۔علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب حضرت آدم کی فرشتوں برتری واضح فرمانا چاہی تو انہیں تمام اسماء کا علم عطا فرمایا۔پھر فرشتوں کے سامنے پیش فرمایا ارشاد ہوتا ہے

وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکة فقال انبئونی باسماء ھولاءِ ان کنتم صدقین قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم۔ (البقرۃ:۳۱:۳۲)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو سب کے سب نام سیکھا دیئے پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔انہوں نے عرض کی تو پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں عطا فرمایا۔بلا شبہ تو علم والا اور حکمت والا ہے۔

گویا علم کے ذریعے حضرت آدم کی فرشتوں پر فوقیت واضح فرمادی۔لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان اگر بلندی اور مقام ومرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے علم ہی اس کی منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کا تذکرہ قلم کے بغیر ادھورا رہ جاتا ہے۔کیونکہ قلم اللہ رب العزت نے علم سیکھنے کا ذریعہ بنایا۔اور اہل علم جانتے ہیں کہ کوئی چیز جتنی اہم

ہوتی ہے اس کا سبب بھی اتنا ہی اہم ہوتا ہے۔اس ارشاد ربانی:

الذی علم بالقلم (اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا)

(سورۃ العلق:۴)

سے قلم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ

اصل میں قلم تین طرح کے ہیں۔

(۱) وہ قلم، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ لکھے۔

(۲) فرشتوں کا قلم، جس سے وہ تقادیر، کوائن اور اعمال لکھتے ہیں۔

(۳) لوگوں کے قلم۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس قابل بنایا کہ وہ اپنی باتیں لکھ سکیں اور اپنے نظریات کو دوسروں تک پہنچا سکیں۔

(الجامع لاحکام القران للقرطبی، ص۱۱۲، ج۲۰ دار الکتب العربی بیروت)

اپنے نظریات، احساسات دوسروں تک پہنچانے میں قلم کا کردار مسلم ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمیں انبیاء علیہم سے لے کر معاصر بزرگان دین تک، ایسے دلائل ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تبلیغ دین کے لیے قلم کو ذریعہ بنایا۔سب سے پہلے کس شخصیت نے قلم کے ذریعے لکھا۔اس کے متعلق دو قول ملتے ہیں۔

(۱) حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں:

اول من کتب بالقلم آدم علیه السلام۔ (ایضا)

سب سے پہلے حضرت آدم نے قلم کی مدد سے لکھا۔

(۲) ضحاک فرماتے ہیں:

اول ما کتب ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ اسلام نے لکھا۔

یہ بات بہر حال طے ہے کہ علم اور کتابت ہر دو کو آغاز اور عروج دینے والی شخصیات انبیاء علیہم السلام کی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفے بھی کتابی شکل میں ہی تھے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسیٰ۔(الاعلیٰ:۱۸:۱۹)

بلاشبہ یہ پہلے صحیفوں میں تھا، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

امام ضحاک فرماتے ہیں کہ یہ قرآن مجید پہلے صحیفوں یعنی، پہلی کتابوں میں تھا۔وہ کتابیں جو حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئیں۔

مراد یہ نہیں ہے کہ بلکل یہی الفاظ ان صحیفوں میں تھے بلکہ اس کلام (قرآن) کا معنیٰ ان صحیفوں میں تھا۔(احکام القران، ایضا)

انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والے صحائف اور ان کی تعداد کے حوالے سے حضرت ابوذر کی روایت کردہ حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ

"آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں۔آپ نے ارشاد فرمایا:

مائۃ واربع کتب ، علی آدم عشرۃ صحف و علی شیث خمسون صحیفۃ وعلی ادریس ثلاثون صحیفۃ وعلی ابراھیم عشرۃ صحائف و التوراۃ والانجیل والزبور و القران (ابن حبان، الطبرانی فی المعجم الکبیر)

یعنی ایک سو چار کتب نازل ہوئیں۔دس صحیفے حضرت آدم پر، پچاس صحیفے حضرت شیث پر، تیس صحیفے حضرت ادریس پر، دس صحیفے حضرت ابراہیم پر، علاوہ ازیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید۔

اس حدیث میں نازل ہونے والے صحیفوں کو لفظ "کتب" سے بیان کیا گیا جبکہ قرآن مجید کی آیت "صحف ابراہیم وموسیٰ" میں توراۃ کو صحیفہ کہا گیا۔بہرحال قرآن مجید، حدیث شریف اور لغت عرب میں لفظ صحیفہ کئی ایک معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً نامہء اعمال، خط یا مکتوب، حکم نامہ یا فرمان اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتب۔

معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے عقائد واعمال صالحہ کی تبلیغ کے لیے اپنے انبیاء پر کتابیں نازل فرمائیں۔تاکہ لوگ ان لکھی ہوئی ہدایت پر عمل کریں اور ان کے لیے انہیں یاد رکھنا آسان ہو سکے۔یہ کتابت ہی ہے جس کی وجہ سے علوم دینیہ ودنیویہ ہم تک پہنچے ہیں چنانچہ حضرت قتادۃ "الذی علم بالقلم" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتابت کی فضیلت پر متنبہ فرمایا ہے۔کیونکہ اس کے بہت سے فائدے ہیں۔اگر لکھنے کا علم نہ ہوتا تو نہ علوم مرون ہوتے، نہ حکمتوں کو محفوظ کیا جاسکتا، نہ پہلے لوگوں کی خبریں ضبط کی جاسکتیں اور نہ آسمانی کتابیں ہم تک پہنچ پاتیں۔اگر علم کتابت نہ ہوتا تو دین ودنیا کے معاملات درست نہ رہتے۔

(اللباب فی علوم الکتاب۔ص ۴۱۵،ج ۲۰، دار الکتب العلمیۃ)

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ زمانہء قدیم سے ہی لوگوں نے اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔خصوصاً سلطنت کے معاملات کی دیکھ بھال اور پیغام رسانی کے لیے مکتوب کا

سہارالیا جاتا۔قران مجید میں ہمیں ملتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو تبلیغ کے لیے مکتوب ہی کو ذریعہ بنایا،ارشادہوتا ہے:

اذهب بكتبى هذا فالقه اليهم ثم تول عنهم فانظر ماذا يرجعون قالت ياايها الملوء انى القى الى كتاب كريم انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم-ان لا تعلوا على و اتونى مسلمين (النمل:۲۹/۳۱)

میرا یہ مکتوب لے جاؤ اور ان کی طرف ڈال دو پھر ہٹ کے دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ملکہ بلقیس بولی اے سردارو!میرے پاس ایک معزز مکتوب بھیجا گیا ہے۔اور یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس طرح ہے کہ ”اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ مجھے پر غلبہ کی جرأت نہ کرنا اور مسلمان ہو کر میرے پاس آجاؤ“

اس سے پتہ چلا کہ حضرت سلیمان نے اسلام کی دعوت دی اور اس کے لیے مکتوب کو ذریعہ بنایا۔دوسرا یہ ثابت ہوا کہ مکتوب کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے ہونا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سربراہان ممالک کو تبلیغ فرمانا چاہی تو آپ نے بھی مکتوب کو ذریعہ تبلیغ بنایا اور مختلف بادشاہوں کی طرف خط لکھے۔آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کو قیصر روم کی طرف خط دے کر بھیجا،حضرت شجاع بن وہب کو کسری کی طرف بھیجا،حضرت حاطب بن ابی بلتعۃ کو مقوقس کی طرف بھیجا۔

(تاریخ الاسلام للذھبی ،۵۰۱/۵۱۲،ج۲۔الکتب العربی)

امام محمد بن یوسف الصالحی الشافی (م۹۴۲ھ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں اور قاصدوں کی تعداد کو بڑی شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے۔ یہاں صرف ان کے اسما پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱) حضرت اقرع بن عبداللہ الحمیری رضی اللہ عنہ کو ذومران کی طرف
۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سعد ھذیم کی طرف
۳) حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو ذوالکلاع بن ناکور کی طرف
۴) حضرت حاطب بن ابی بلتعۃ رضی اللہ عنہ کو مُقوس کی طرف
۵) حضرت حسان بن سلمۃ رضی اللہ عنہ کو حضرت دحیۃ کلبی کے ہمراہ قیصر روم کی طرف
۶) حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو صاحب بصری کی طرف
۷) حضرت حریث بن زید رضی اللہ عنہ کو یحنۃ بن روبۃ الایلی کی طرف
۸) حضرت حرملۃ بن حریث رضی اللہ عنہ کو یحنہ کی طرف
۹) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو نجران وغیرہ کی طرف
۱۰) رفاعۃ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنی ہی قوم کی طرف
۱۱) زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو قیس بن عاصم اور زبرقان بن بدر کی طرف
۱۲) سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ھوذہ اور ثمامہ بن آثال کی طرف
۱۳) سائب بن عوام رضی اللہ عنہ کو مسلمۃ کذاب کی طرف
۱۴) شجاع بن وھب رضی اللہ عنہ کو حارث بن ابی شمر الغسانی کی طرف
۱۵) صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ کو جبلۃ بن الایھم کی طرف
۱۶) الصلصل بن شرجیل رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ کی طرف

۱۷)ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو اسود اور طلیحہ کی طرف

۱۸)ظبیان بن مرثد رضی اللہ عنہ کو بنی بکر بن وائل کی طرف

۱۹)عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسری کی طرف

۲۰)عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف

۲۱)عبیداللہ بن عبدالخالق رضی اللہ عنہ کو روم کی طرف

۲۲)عبداللہ بن عوسجۃ رضی اللہ عنہ کو سمحان کی طرف

۲۳)علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی کی طرف

۲۴)عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عمان کے بادشاہ جیفر اور عبد ابنی الجلندری کی طرف

۲۵)عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف

۲۶)عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف

۲۷)ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو علاء بن الحضرمی کی معیت میں ہجر کی طرف

۲۸)عبدالرحمٰن بن ورقاء رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن ورقہ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف

۲۹)عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو صنعاء کی طرف

۳۰)عیاش بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف

۳۲)قدامۃ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساوی کی طرف

۳۳)قیس بن نمط رضی اللہ عنہ کو قیس بن عمرو کی طرف

۳۴)معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف

۳۵)مالک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف

۳۶)مالک بن عقبہ رضی اللہ عنہ (یا ان کا نام عقبہ بن مالک ہے) کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف

۳۷)مہاجر بن امیۃ رضی اللہ عنہ کو حارث بن عبدکلال الحمیری کی طرف

۳۸)حضرت نمیر بن خرمشۃ رضی اللہ عنہ کو ثقیف کی طرف

۳۹)نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ کو ابن ذی اللحیۃ کی طرف

۴۰)واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی معیت میں اکیدر کی طرف

۴۱)وبرۃ (یا وبر بن یحنّس) کو داذویہ کی طرف

۴۲)ولید بن بحر رضی اللہ عنہ کو اقیالِ یمن کی طرف

۴۳)ابوامامۃ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم باہلۃ کی طرف

(سبل الھدی والرشاد، ج 11 ص ۳۴۴،تا ۳۷۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

یہ وہ خوش نصیب صحابہ کرام ہیں جنہیں سرور کائنات ﷺ نے وقتاً فوقتاً مختلف سربراہان سلطنت، سرداران قبائل، سپہ سالاران لشکر، مبلغین دعوت اسلام وغیرہ کی طرف مکتوب، پیغام یا احکامات عطا فرما کر بھیجا، ان مکتوبات شریفہ میں ہمیں مختلف مقاصد کے لئے لکھے گئے مکتوبات ملتے ہیں۔ جن میں سرِفہرست تبلیغی مقاصد پھر نئے احکام شریعہ کے نزول کی اطلاع، سپہ سالاران لشکر کی راہنمائی، عاملین علاقہ کی مختلف امور میں ہدایت جیسے اہم مقاصد شامل تھے۔

نبی کریم ﷺ کے لئے کتابت کرنے والے صاحبان فضیلت کا تذکرہ کتب سیرت میں تفصیل سے ملتا ہے۔ ان میں بعض شخصیات تو وہ تھیں جنہیں وحیِ قرآنی، ارشادات نبویہ اور خطوط اور دیگر معاہدات وغیرہ ہر ایک چیز لکھنے کی سعادت سے بہرہ

مند ہوئے اور بعض ان میں ایک دو یا تین اصناف میں شرف کتابت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ یہ کاتبین کسی مخصوص تعداد میں یکجا نہیں تھے بلکہ ان کی شخصیات کے ساتھ ساتھ تعداد بھی بدلتی رہی۔ المختصر ان کے اسماء گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرات خلفاء راشدین یعنی (۱) سیدنا ابوبکر صدیق (۲) سیدنا عمر فاروق (۳) سیدنا عثمان ذوالنورین (۴) سیدنا علی المرتضی

علاوہ ازیں (۵) طلحۃ بن عبید اللہ (۶) زبیر بن عوام (۷) ابوسفیان بن حرب (۸) عمرو بن العاص (۹) یزید بن ابی سفیان (۱۰) خالد بن الولید (۱۱) ابان بن قیس (۱۲) ابی بن کعب (۱۳) ارقم بن الارقم (۱۴) بریدہ بن الحصیب (۱۵) ثابت بن قیس (۱۶) جھیم بن الصلت (۱۷) حنظلۃ بن الربیع (۱۹) حویطب بن عبدالعزی (۲۰) حصین بن عمیر (۲۱) حاطب بن عمرو (۲۲) حذیفہ بن یمان (۲۳) خالد بن زید (۴۲) خالد بن سعید (۲۶) زید بن ثابت (۲۷) سعید بن العاص (۲۸) حضرت بجیلؓ (۲۹) شرحبیل بن حسنہ (۳۰) عامر بن فھیرہ (۳۱) عبداللہ بن ارقم (۳۲) عبداللہ بن عبداللہ بن ابی (۳۳) عبداللہ بن رواحۃ (۳۴) عبداللہ بن زید (۳۵) عبداللہ بن سعد (۳۶) علاء بن حضرمی (۳۷) علاء بن عقبۃ (۳۸) عبدالعزی بن خطل (۳۹) محمد بن مسلمۃ (۴۰) معاویۃ بن ابی سفیان (۴۱) معیقب مولی سعید بن عاص (۴۲) مغیرہ بن شعبہ (۴۳) بنی بخار کا ایک آدمی جس کا نام امام بخاری امام مسلم نے ذکر نہیں کیا۔ (ایضاً ص ۳۷۵ تا ۳۹۳)

خلفائے راشدین، ان کے بعد کے خلفاء بنوامیہ اور بنوعباس دیگر اسلامی

ممالک کے سربراہان، محدثین عظام، فقہاء کرام اور صوفیائے ذی احتشام کے مکاتب بھی کتب تاریخ میں ملتے ہیں۔ جہاں یہ مکتوبات ہمیں صاحبانِ مکاتب کے مقاصد اور ذہنی اپروچ کا بتادیتے ہیں، وہاں اس دور کے مذہبی، ادبی، معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی احوال سے بھی آگاہی فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس دور کی تاریخ مرتب کرنے والے کے لئے اور تمام احوال کا آئینہ دیکھنے کے لئے ذخیرہ مکتوبات ایک اہم مرجع کا کام دیتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مکتوب نگاری کو ادب وانشاء کی باقاعدہ صنف قرار دے دیا گیا۔ اور اب باقاعدہ ادب کی صنف کے طور پر اس کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ عربی، اردو، فارسی اور دیگر زبانوں میں مختلف مکتوبات پر تحقیقی مقالہ جات تحریر کئے جاچکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

مکتوبات کی ضرورت اور ہر دور میں ہر دور کے لئے اس کی اہمیت سے اگرچہ انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بات بہرحال اپنی جگہ بجا ہے کہ قرون اولیٰ کے بعد جتنی اہمیت صوفیائے کرام کے مکتوبات کو ملی وہ کسی اور کے مکتوبات ونگارشات کو نہیں مل سکی جس کی بڑی وجوہات یہ ہیں کہ (۱) انہوں نے آسان الفاظ وتراکیب کا انتخاب کیا، سہل پیرایۂ بیان اختیار کیا (۲) لوگوں کے سلگتے ہوئے مذہبی اور معاشرتی مسائل کا حل پیش کیا جو اس قدر ہمہ گیر اور جامع نوعیت کا تھا کہ وقت گزرنے کے باوجود اس کی اہمیت کم نہ ہوسکی (۳) اپنے افکار وخیالات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں زیب قرطاس کیا (۴) لوگوں کی روحانی تشنگی کو دور کرنے کا وافر مواد فراہم کیا (۵) تصوف کی تعلیمات (۶) بیعت وخلافت کے متعلقہ امور (۸) انسانی نفس کے حالات وکیفیات اور اس کی درست سمت کا تعین (۸) صوفیائے کرام کے

فیض ومحبت سے انسانی زندگی میں تبدیلی (۹) روحانی مدارج کا تعین اور ان کے عروج وزوال کے احوال (۱۰) صوفیائے خام اور ان کے معاملات کی نشاندہی (۱۱) تصوف واہل تصوف پر لگائے گئے الزامات کا جائزہ اور رد (۱۲) متصوفانہ اصطلاحات کی تعریف (۱۳) بے دین اور بدعقیدہ طبقات کے غلط نظریات کی بیخ کنی (۱۴) حکمران طبقہ کی بے راہ روی پر تنقید۔ وغیرہ، وغیرہ

مذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ بھی بہت سارے دیگر ایسے خصائل ہیں جن کی بنا پر صوفیاء کرام کے مکتوبات کو قبولیت عامہ حاصل رہی اور ہے۔ جبکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سارے سلاطین وبادشاہان وقت ہزارہا سہولیات کے باوجود اپنی نگارشات یا مکتوبات محفوظ نہ رکھ سکے۔ زیادہ تر تو زمانہ کی دست وبرد سے نہ بچ پائے۔ اور حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔ اگر کچھ بچ گئے تو وہ محکمہ آثار قدیمہ کی بوسیدہ الماریوں میں پڑے دیمک کے ہاتھوں رسوا ہو رہے ہیں یا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔

میری ناقص رائے کے مطابق لازوال مقصد کے لئے کیا جانے والا کام جہاں خود لازوال ہو جاتا ہے وہاں اپنے کرنے والے کو بھی لازوال بنا دیتا ہے۔ یقیناً شریعتِ محمدیہ کی باعمل تبلیغ وتشریح ایسا لازوال مشن ہے۔ جو خود تو لازوال ہے ہی اس مقصد کے لئے کام کرنے والی شخصیت کو دوامی شان وعزت عطا کرتا ہے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہاں چند بڑے صوفیائے کرام کے مکتوبات کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) مکاتیب غزالی۔

حجۃ الاسلام، ابو حامد الغزالی (م ۵۰۵ھ) متصوفانہ ادب کی ممتاز ترین شخصیت ہیں۔ ان کے مکتوبات کو ''مکاتیب امام غزالی'' کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔

(۲) مکتوبات جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ)

ان کے اقوال کا مجموعہ ''فیہ مافیہ'' کے نام سے مرتب شدہ ہے۔

(۳) مکتوبات شیخ حمید الدین ناگوری (م ۵۷۰ھ)

آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ مرشد کی طرف سے سلطان التارکین کا لقب مرحمت ہوا تھا۔ شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے بعض معاملات میں اختلاف تھا۔ ان کے مکتوبات میں زیادہ تر مکتوبات انہی کے نام ہیں۔

(۴) مکتوبات عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ)

انڈیا آفس لائبریری، لنڈن میں ان کے پچیس خطوط محفوظ ہیں۔

(۵) مکتوبات شیخ معین الدین سنجری چشتی (م ۶۳۳ھ)

(۶) مکتوبات شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۴ھ)

(۷) مکتوبات شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری (۷۸۲ھ)

یہ مکتوبات علوم ومعارف کے علاوہ ادب عالیہ اور حسن انشا کا عمدہ نمونہ ہیں انکے مکتوبات حسبِ ذیل صورتوں میں الگ الگ دستیاب یا محفوظ ہیں:

(۱) مکتوبات یک صدی

یہ مکتوبات قاضی شمس الدین چوسہ کے نام ہیں۔

(۲) مکتوبات دوصدی۔

ان مکتوبات میں ''دلِ آگاہ'' پر علمی بحث کی گئی ہے۔

(۳) انڈیا آفس لائبریری میں ان کے مکتوبات کا ایک مجموعہ ۱۲۰ مکتوبات پر مشتمل ہے یہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد سعید کے نام ہیں۔

(۴) مکتوبات بنام شیخ مظفر

ان کی مکمل تعداد ۲۸ ہے...... دیگر مسائل تصوف کے علاوہ وحدۃ الشھود پر مدلل بحث ہے۔

(۸) مکتوبات امیریہ

امیر کبیر سید ہمدانی، ان کا شمار سلسلہ قادریہ فردوسیہ کے نامور مشائخ میں ہوتا ہے۔

(۹) مکتوبات اشرفی (سید اشرف جہانگیر سمنانی (م ۸۷۱ھ) یہ سلطان ابراھیم بادشاہ سمنان کے فرزند تھے۔لیکن درویشانہ زندگی اختیار کر کے تخت و تاج سے دستبردار ہو گئے۔مولانا شیخ عبدالحق (محدث) دہلوی نے ان کے مکتوبات کی بہت تعریف کی ہے۔

(۱۰) مکتوبات (سید محمد بندہ نواز، خواجہ) گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۲۵ھ)

خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلوی سے خرقہ ءخلافت حاصل کیا۔

(۱۱) مقر رنامہ (مکاتیب) مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری (م ۷۸۵ھ)

آپ کی اوچ شریف میں پیدائش ہوئی۔

(۱۲) مکتوبات خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ)

آپ کے مکتوب کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۱۳) مکتوبات شریف حضرت خواجہ باقی باللہ دھلوی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی کے مرشد اور ہندوستان کے

نامور بزرگ ہیں۔ان کی مختصر تصانیف میں ان کا مجموعہ مکاتیب بھی ہے۔

(۱۴) مکتوبات امام ربانی:۔(حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی نقشبندی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴) کے مکاتیب "مکتوبات امام ربانی کے نام سے موسوم اور مشہور ہیں۔ یہ مکتوبات حضرت مجدد نے اپنے مرشد کو نیز مریدوں اور معتقدوں کو وقتاً فوقتاً لکھے۔بعض ان میں اتنے طویل ہیں کہ بجائے خود تحقیقی رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں کتب تصوف میں ان مکتوبات کی بہت اہمیت ہے۔ان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عالم اسلام کے گوشے گوشے میں ان کو امہاتِ کتبِ تصوف میں شمار کیا جاتا ہے ان کی دینی اہمیت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ مشہور مفسر قرآن علامہ شھاب محمود آلوسی نے اپنی تفسیر قرآن "روح المعانی میں "قال المجدد الفاروقی" کہہ کر بالالتزام جابجا مکتوبات کے اقتباسات درج کیے ہیں۔

(۱۵) مکتوبات شیخ محمد معصوم:۔(م ۱۰۷۹ھ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ دوم تھے، انہوں نے مکتوبات کے ذریعے اپنے والد گرامی کے مشن کو جاری رکھا۔ان کے مکتوبات کا دائرہ علمی اور ادبی اعتبار سے بہت وسیع ہے۔ان میں تکلف و تصنع کا وجود کم ہے۔روانی، ایجاز اور سلاست ان خطوط کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

(۱۶) مکتوبات فارسی، از شاہ ولی محدث دہلوی۔(م ۱۱۷۶ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علم وعرفان کی لازوال شخصیت ہیں۔آپ کے مکاتیب "مکتوبات فارسی" کے نام سے چھپ چکے ہیں یہ وہ مکتوبات ہیں جو کلمات طیبات میں، ابوالخیر مرادآبادی فاروقی نے (دوسرے بزرگوں کے ساتھ مرتب کیے ہیں۔)

(۱۷) مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں (م ۱۱۹۵ھ)

آپ اٹھارھویں صدی عیسوی کے ایک ممتاز اور نامور صوفی تھے۔ تصوف میں ان کے مکاتیب خاص اہمیت کے حامل ہیں ان میں انہوں نے اپنے سلسلے کے عقائد و اشغال پر محققانہ و حکیمانہ بحث کی ہے۔

(اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ج ۲۱، ص ۴۷۴ تا ۴۸۰ (بترمیم و تلخیص و تقدیم و تاخیر)

(۱۸) مکاتیب شریفہ:۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ) حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کے فیض یافتہ تھے اور طریقت میں بلند مقام کے حامل تھے۔ مکتبہ سیفیہ پشاور نے حضرت سیدنا اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے امر سے اس کو چھاپ کر لوگوں کے لیے استفادہ کرنے میں آسانی پیدا کی ہے۔

(۱۹) مجموعۃ الاسرار:۔ (م ۱۱۴۶ھ)

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کے مجموعہ کو ''مجموعۃ الاسرار'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اپنے اندر نہایت عالمانہ و متصوفانہ مباحث سموئے ہوئے ہے۔ آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء'' میں ان کے مکتوب سے اقتباس نقل فرمایا اور ان کا ذکر مقتدا کے طور پر کیا۔

محترم صاحبزادہ سلیم شامی نے بڑی کوششوں سے آپ کے مکتوبات کے مخطوطہ کو تلاش اور تحقیق کروا کے شائع کیا۔

(۲۰) مکتوبات طیبات معروف بمہر چشتیہ۔

حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خوبصورت مکتوبات

کا مجموعہ مکتوبات طیبات کے کے نام سے گولڑہ شریف اسلام آباد سے شائع ہوا۔ جس میں ایسے مکتوبات بھی ہیں جو بلاشبہ علوم ظاہر و باطنیہ کا بہت ہی مفید ذخیرہ ہیں۔

صوفیاء عظام نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے مکتوبات کو ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال فرمایا۔ دینِ اکبری کی دھجیاں اڑانے میں مکتوبات امام ربانی کا کردار اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ ہر دور میں تجدید دین کرنے والے مجددین نے اپنی کوششوں سے احیاء سنت اور اماتت بدعت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

صاحب مکتوب ہذا غوث الاغیاث، قطب الاقطاب، مجدد عصر حاضر، حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک پیر ارچی وخراسانی ایک بلند پایہ روحانی شیخ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم ظاہریہ و باطنیہ کے بحر ذخار تھے۔ جہاں وہ اعلیٰ درجہ کے صوفی تھے وہاں وہ فاضل معقول و منقول بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین اور متوسلین کو جہاں روحانی فیض سے شادکامی نصیب ہوتی وہاں انہیں مسائل دینیہ میں بھی راہنمائی مل جایا کرتی تھی۔ حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و خلفاء جس طرح کثیر تعداد میں ہے اور الحمد للہ جا بجا خدمت دین میں مصروف ہیں، اسی طرح آپ کے مکتوبات بھی ان احباب طریقت کی طرف کثرت سے ارسال کیے گئے ہیں۔ ان مکتوبات میں سے کچھ کا ذخیرہ ہمارے پاس تھا۔ جن پر تحقیقی کام کر کے شائع کرنے کی از بس ضرورت تھی۔ ظاہر بات ہے مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علمی کا اثر ان کے مکتوبات میں جا بجا ملتا ہے۔ اور بہت سے عنوانات زیر بحث رہے ہیں اور بہت سی قد آور شخصیات جو موجودہ دور میں ایک مقام رکھتی ہیں،

کے نام وہ مکتوبات لکھے گئے ہیں۔ ہمارے ذخیرہ مکتوبات میں سب سے زیادہ مکتوبات شیخ طریقت سیدی ومولائی ومربی حضرت پیر محمد عابد حسین رضوی سیفی صاحب کے نام ہیں جن میں انہیں ''صدیق من، نور چشم، عزیز من، محبّ و مخلص من، محبّ و محبوب من جیسے خوبصورت اور محبت بھرے القابات سے نوازا گیا۔ علاوہ ازیں شیخ طریقت، شیخ العلماء حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی زید مجدہٗ، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی سیفی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی، حضرت علامہ مولانا ابوالبیان محمد سعید مجددی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ شیخ الحدیث ابو الفیض محمد عبدالکریم ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب۔ ان شخصیات کے علاوہ اور بہت سارے مبارک نام بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔

ان مکتوبات میں کچھ خالصۃً فقہی نوعیت کے ہیں مثلاً وجد فی الصلاۃ (نماز میں وجد) اعتجار، حلق شوارب (مونچھیں مونڈھنا)۔ بعض میں علم الکلام کی مباحث پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات ثمانیہ، تجلی ذات، صفات باری تعالیٰ عین ذات یا غیر ذات وغیرہ، مکتوبات امام ربانی کی چند مشکل مباحث کی گتھیاں بہت سے مکتوبات میں سلجھائی گئیں اور ان کی سہل انداز میں شرح فرمائی۔ اور بعض مکتوبات میں تصوف کے متعلقہ مسائل ومعاملات کو زیر بحث لایا گیا مثلاً سلسلہ طریقت کے اسباق، لطائف کے مقام کا تعین، توجہ کرنے کا طریقہ، طریقہ نفی اثبات، اصطلاحات صوفیاء کی وضاحت وغیرہ۔

سرکار اخندزادہ مبارک کو اپنے دورِ حیات میں بہت سے فتنوں سے بھی نبرد

آزما ہونا پڑا۔ ظاہر ہے ان پر آپ کے مکتوبات کی خاصی تعداد ہوگی ان میں پیر محمد چترالی کا فتنہ اور سب سے بڑھ کر گستاخ رسول منیر شاکر علیہ ما علیہ کا فتنہ۔

یہ مکتوبات نہ صرف سلسلہ سیفیہ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے بہت اہم ہیں بلکہ ہر علمی وروحانی ذوق رکھنے والے کی تشنگی کو دور کرنے کا وافر سامان مہیا کرتے ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت پیر طریقت پیر محمد عابد حسین رضوی سیفی دام ظلہ کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے اپنی کم علمی اور کم ہمتی اور اس کام کے اہم ہونے کا شدت سے احساس ہے۔ مگر میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت مبارک صاحب کی توجہات، قبلہ پیر صاحب کی دعائیں اور راہنمائی میرے شامل حال رہی تو کچھ خدمت کے قابل ضرور ہو جاؤنگا۔

میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح سے تعاون فرمایا۔ سب سے پہلے تو صاحبزادگانِ مبارک کا مشکور وممنون ہوں جن کی محبت میرا سرمایہ ہے۔ خصوصاً جانشینِ مبارک سیدی ومولائی حضرت شیخ طریقت محمد سعید حیدری صاحب مبارک، جگر گوشہء مبارک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد حمید جان صاحب مبارک، حضرت علامہ صاحبزادہ احمد سعید المعروف یار جان مبارک، حضرت صاحبزادہ احمد حسن پاچا صاحب مبارک اور دیگر تمام خانوادہء مبارک جو میرے سر کے تاج ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر اپنے مربی ومحسنی، سیدی ومولائی، متوکل زمانہ، شیخ طریقت، حضرت پیر محمد عابد حسین رضوی سیفی صاحب کا جن کی راہنمائی اور ''ہلاشیری'' میرے لیے مہمیز کا کام کرتی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت پیر

طریقت، صوفی با صفا، فقیر با خدا حضرت پیر گلزار احمد سیفی، حضرت مرد قلندر، قطب راولپنڈی پیر طریقت رہبر شریعت پیر عبدالشکور سیفی صاحب، میری نہایت ہی قابل احترام باجی جان، رابعہ وقت، عالمہ، قاریہ، مدرسہ، خطیبہ باجی تسنیم کوثر ہاشمی صاحبہ، ان بزرگوں کی توجیہات دعائیں اور راہنمائی ہر لحہ میرے شامل حال رہتی ہے اللہ تعالیٰ ان کی صحت وعافیت کے ساتھ عمر خضر نصیب فرمائے۔

اس مکتوب پر جو تحقیقی و علمی کام ہوا اس کی تمام خوبیاں اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں اور اگر اس میں کہیں خامی ہے تو مجھ کم علم اور کم فہم کی کارستانی ہے۔ مجھے مطلع کر دیا جائے تاکہ میں توبہ کے ساتھ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح بھی کرسکوں میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ وما توفیقی باللہ العلی العظیم

محمد عرفان اللہ سیفی کان اللہ لہ

خادم طلباء وسالکین جامعہ جیلانیہ رضویہ

وآستانہ عالیہ عابدیہ سیفیہ

نادر آباد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

بنام......قدوۃ السالکین حضرت میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ،

زیب آستانہ عالیہ سیفیہ راوی ریان

....

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

عزیز الوجود میاں محمد سیفی راوی ریان

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

آپ کی طرف سے چند سوالات موصول ہوئے، جس میں آپ نے بزرگوں اور والدین کے ہاتھ پاؤں چومنے کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب درج ذیل ہے:۔

کسی صالح، مومن، متقی، عالم، والدین، اولاد اور پیرومرشد یا استاد کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز بلکہ سنت ومستحب ہے، اس بارے میں روایات، احادیث اور اقوال فقہاء بکثرت وارد ہیں اور تعامل و تواتر بھی چلا آرہا ہے۔

وأورد الامام داؤد فى كتاب الادب بابا فى قبلة بين العينين فاخرج فيه حديث جعفر رضى الله عنه و اقام بابا فى قبلة الخد فاخرج حديث قبلة خدالحسن رضى الله عنه واقام باب قبلة اليد و ذكر حديث عبد الله بن عمر رضى الله عنه قال فدنونا يعنى من النبى صلى الله عليه وآله وسلم فقبلنا يده ثم اقام بابا فى قبلة الجسد فذكر فيه حديث قبلة كشحه قال انما أردت هذا يا رسول الله صلى الله

علیه وسلم۔ثم اقام باب قبلة الرِجل و ذکر حدیث وفد عبدالقیس قال یعنی زارع لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فقبل ید رسول الله صلی الله و آله وسلم و رِجله۔(الحدیث)(۱)

(سنن ابوداؤد جلد آخر کتاب الادب ص ۳۵۳)

ترجمہ: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں تقبیل کے مسئلہ میں پانچ باب مسلسل ذکر کئے ہیں اور ترجمۃ الباب اس طرح ہے۔" دونوں آنکھوں کے درمیانی حصے کا بوسہ دینا"۔اور پھر وہ حدیث شریف لائے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کا دونوں آنکھوں کے درمیانی حصہ کا بوسہ لیا تھا۔اور دوسرے باب کا ترجمۃ الباب اس طرح بیان فرمایا۔" گال کا بوسہ لینا"۔اور اس باب میں وہ حدیث شریف لائے جس میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے حضرت سیدنا حسنؓ کے خد مبارک (گال مبارک) کا بوسہ لیا تھا۔ پھر باب قائم کیا جس میں ہاتھ کا بوسہ مذکور ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لائے کہ فرمایا انہوں نے پس ہم نبی کریمؐ کے قریب ہو گئے اور ہم نے ان کے ہاتھ مبارک کا بوسہ لیا۔اس کے بعد باب قائم کیا "پہلو کو بوسہ دینے میں" اور وہ حدیث شریف لائے کہ ایک صحابی نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے پہلو مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میرا مقصد صرف یہی تھا۔اس کے بعد وہ باب لائے جس میں پاؤں کا چومنا مذکور ہے اور حدیث وفد عبدالقیس کو استدلالاً ذکر کیا۔راوی کے مطابق جب ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ہم ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے تاکہ ہم رسول اللہؐ کے ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک کا بوسہ لیں۔**و کذا اورد الاحادیث من مسئلة التقبیل صاحب المشکوة فی باب المصافحة و المعانقة (ص ۴۰۲)**

اسی طرح کی روایات اور احادیث ابوداؤد وغیرہ سے صاحب مشکوۃ نے بھی نقل فرمائی ہیں اور ان احادیث مبارک کو باب **المصافحة و المعانقة** میں نقل کیا

ہے۔(۲)

اور علامہ بدرالدین عینی (۳) وغیرہ نے بکثرت روایات اس بارے میں نقل کی ہیں۔علامہ شیخ محمد عابد سندھی نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔(۴) بخاری کی ادب المفرد(۵)، طبرانی کی معجم اوسط(۶)، حاکم کی مستدرک (۷)، ترمذی کی جامع (۸)، نسائی (۹) اور ابن ماجہ (۱۰) کی سنن، طبری کی کتاب الریاض (۱۱) اور ابن حجر کی الاصابة (۱۲) میں زیر بحث عنوان پر صحیح، جید اور حسن روایات موجود ہیں۔

فقہ حنفی کی کتب متداولہ میں سے چند حوالے ذکر کرنا چاہتا ہوں (۱۳)۔تنویر الابصار میں ہے۔

انه علیه الصلوٰة والسلام کان یقبل راس فاطمة و قال علیه الصلوٰة والسلام من قبل رِجل أمه فکانما قبل عتبة الجنة۔

(تنویر الابصار علی هامش الدر المختار، فصل فی النظر والمس، ص ۱۳۵، ج ۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے سر کا بوسہ لیتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ فرمایا کہ جس نے اپنے ماں کے پاؤں کا بوسہ لیا تو گویا اس نے جنت کی چوکھٹ کو چوم لیا۔

ثم قال بعد ذلك فی باب الاستبراء وغیره ما نصه ولابأس بتقبیل ید الرجل العالم و المتورك علی سبیل التبرك درر و نقل المصنف من الجامع انه لابأس بتقبیل ید الحاکم المتدین (السلطان

العادل) و قيل سنة مجتبى و تقبيل رأسه أى العالم اجود كما فى البزازية ولا رخصة فيه أى فى تقبيل اليد لغيرهما أى لغير عالم و عادل هو المختار مجتبى و فى المحيط ان لتعظيم اسلامه و اكرامه جاز وان لنيل الدنيا كره۔ (طلب من عالم أوزاهدان يدفع اليه قدمه و يمكنه من قدمه ليقبله اجابه۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ثم قال العلامةالسيد محمد امين بن عابدين فى شرح التنوير (قوله و قيل سنة)اى تقبيل يد العالم و السلطان العادل قال الشرنبلالى وعلمت ان مفاد الاحاديث سنيته او ندبه كما اشار اليه العينى و (قوله يدفع اليه قدمه)يعنى عنه ما فى المتن، (شامى ، جلد۵،ص۲۷۱)

عالم دین اور پرہیز گار شخص کے ہاتھ کو تبرک کے طور پر چومنے میں کوئی حرج نہیں (بحوالہ درر) مصنف علیہ الرحمۃ نے جامع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ دیندار حاکم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ سنت ہے (بحوالہ مجتبی) عالم دین کے سر کو بوسہ دینا زیادہ بہتر ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور مختار قول کے مطابق حکم یہ ہے کہ غیر عالم اور حاکم غیر عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہیں۔ (بحوالہ مجتبی) محیط میں ہے کہ اگر اس کے اسلام کی تعظیم اور اکرام کے لئے ہو تو بوسہ دینا جائز ہے اور اگر حصول دنیا کے لئے ہو تو پھر مکروہ ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی عالم دین اور پرہیز گار شخص سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنا پاؤں آگے بڑھائے تا کہ اس کے لئے قدم کو بوسہ دینا ممکن ہو سکے تو اس عالم دین اور متقی کو چاہئے کہ وہ اس کی درخواست قبول کر لے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم دین اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔ علامہ شرنبلالی نے فرمایا کہ میں نے یہ جانا ہے کہ احادیث سے یہ بات حاصل ہو رہی ہے کہ ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا سنت یا مستحب ہے جیسا کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے

اس طرف اشارہ کیا۔

وقال الشيخ احمد الطحطاوى و فى غاية البيان عن الواقعات تقبيل يدالعالم او السلطان العادل جائز و ورد فى احاديث ذكرها البدر العينى ما يقيد ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقبل يده و رجله و يقبل الحسن و فاطمة و قبل عثمان بن مظعون بعد موته و كذلك قبل الصديق رضى الله عنه رسول الله بعد موته و قبل رسول الله ابن عمه جعفرا بين عينيه ثم قال البدر العينى فعلم من مجموع ما ذكرنا اباحة تقبيل اليد و الرجل و الكشح و الراس و الجبهة و الشفتين و بين العينين(لكن تبركا لا شهوة)۔

(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، ص۱۷۵،قدیمی کتاب خانہ،کراچی)

شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غایۃ البیان میں واقعات سے حوالے سے یوں مرقوم ہے کہ

"عالم دین اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اس کے بارے میں وہ احادیث لائے ہیں، جنہیں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک چومے جاتے تھے۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور سیدۃ فاطمۃ رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا تھا اور آپ نے حضرت عثمان بن مظعون کے وصال کے بعد انہیں چوما۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال

کے بعد بوسہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر کا بوسہ لیا۔ (ان دلائل کو ذکر کرنے کے بعد) علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جو دلائل ہم نے ذکر کئے اس کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ ہاتھ، پاؤں، پہلو، سر، پیشانی، ہونٹ، آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا جائز ہے۔ لیکن یہ تمام جواز اس وقت ہے جب عزت وتکریم کے طور پر ہو۔ اگر شہوت کے طور پر ہو تو میاں بیوی، لونڈی کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں“

پس واضح ہوا کہ اہل اللہ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کا چومنا جائز، ثابت بالسنۃ اور مستحب عمل ہے۔ اس کا انکار شریعت کا انکار ہے۔

وما توفیقی الا باللہ وما علینا الا البلاغ

والسلام

فقیر سیف الرحمٰن پیرارچی وخراسانی

حواشی و حواله جات

(ا) سنن ابی داود کی روایات:

ا۔ عن الشعبی أن النبی صلی الله علیه وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب فالتزمه و قبّل ما بین عینیه

شعبی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کا استقبال کیا اور ان سے معانقہ فرمایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی قبلۃ مابین العینین، رقم الحدیث ۴۵۴۳)

۲۔ عن ایاس بن دغفل قال رأیت ابا نضرة قبل خد الحسن بن علی رضی الله عنهما

ایاس بن دغفل سے روایت ہے کہ میں نے ابونضرہ کو دیکھا کہ انہوں نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے رخسار کو بوسہ دیا۔

(ایضاً، باب فی قبلۃ الخد، رقم الحدیث ۴۵۴۴)

۳۔ حدثنا یزید بن ابی زیاد ان عبد الرحمن بن ابی لیلی حدثه ان عبد الله بن عمر حدثه و ذکر قصة قال فدنونا یعنی من النبی صلی الله علیه و آله وسلم فقبلنا یده۔

یزید بن ابی زیاد بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے انہیں یہ بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی ہے اور ایک قصہ کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا ہم حضورؐ کے قریب ہوئے اور ہم نے آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔

(ایضاً، باب فی قبلۃ الید، رقم الحدیث ۴۵۴۶)

۴۔عن اسید بن حضیر رجل من الانصار قال بینما هو يحدث القوم و كان فيه مزاح بينا يضحكهم فطعنه النبى صلى الله عليه وسلم فى خاصرته بعود فقال اصبرنى فقال اصطبر قال ان عليك قميصاً و ليس على قميص فرفع النبى صلى الله عليه وسلم عن قميصه فاحتضنه و جعل يقبل كشحه قال انما اردت هذا يا رسول الله۔

اسید بن حضیر انصاریؓ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے اور اس میں مزاح فرما رہے تھے اور لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ نبی کریمؐ نے ایک لکڑی کے ساتھ ان کے پہلو میں کچوکا دیا۔ تو اسید نے عرض کی مجھے بدلہ دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ لے لو! انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے اوپر قمیض ہے اور میرے اوپر قمیض نہیں تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اوپر اٹھالی حضرت اسیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چمٹ گئے اور حضور ﷺ کے پہلو کو چومنے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہی ارادہ تھا۔

۵۔عن زارع و كان فى وفد عبد القيس قال لما قدمنا المدينة فجعلنا نتبا در من رواحلنا فنقبل يد النبى صلى الله عليه وسلم و رجله قال و انتظر المنذر الاشج حتى اتى عيبته فلبس ثوبيه ثم اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال له ان فيك خلتين يحبهما الله الحلم والاناة قال يا رسول الله انا اتخلق بهما ام الله جبلنى عليهما قال بل الله جبلك عليهما قال الحمد لله الذى جبلنى على خلتين يحبهما الله و رسوله۔

(ایضا، باب فی قبلة الرجل ،رقم الحدیث ۴۵۴۸)

حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبدالقیس کے وفد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ آئے، ہم جلدی سے اپنی سواریوں سے اترنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک اور آپ کے پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔ منذر اشج نے انتظار کیا حتی کہ وہ اپنا تھیلا لائے، اپنے کپڑے پہنے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ایک بردباری اور دوسری وقار۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ خصلتیں میں نے خود اپنے اندر پیدا کی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق ان خصلتوں کے ساتھ کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلکہ اللہ نے تم کو انہی خصلتوں پر پیدا فرمایا۔ وہ کہنے لگے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی خصلتوں کے ساتھ پیدا فرمایا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں۔

(۲) مشکوۃ شریف کی روایات:

۱۔ عن ابى هريرة قال: قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن على و عنده الاقرع بن حابس فقال الاقرع: ان لى عشرة من الولد ماقبلت منهم احدا فنظر اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال من لايرحم لايرحم۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المصافحہ والمعانقہ، رقم الحدیث ۴۶۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اور آپؐ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے تھے۔ اقرع نے کہا میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

علامہ بن عبد اللہ التبریزی نے تقریباً ان تمام روایات کو ذکر کیا ہے جو ابو داؤد کے حوالے سے ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں اور اس کے علاوہ ترمذی اور شرح السنہ کی روایات کو ذکر کیا ہے انہوں نے ابو داؤد اور شرح السنہ کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل دو روایتیں بھی ذکر کی ہیں:

۱۔ عن عائشة رضى الله عنها قالت مار أيت احدا كان أشبه سمتا و هديا و دلا و فى رواية: حديثا و كلاماً برسول الله صلى الله عليه وسلم من فاطمة كانت اذا دخلت عليه، قام اليها فاخذ، بيدها فقبلها و اجلسها فى مجلسه و كان اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبلته و اجلسته فى مجلسها۔ (ایضاً رقم الحدیث ۴۶۸۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپؓ نے ارشاد فرمایا میں نے تواضع، وقار اور حسن خلق میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (ایک اور روایت میں گفتگو اور کلام کے الفاظ ہیں) جب حضرت فاطمہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں۔ تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ان کے ہاتھ کو پکڑتے، بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ میں بٹھا دیتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا

کھڑی ہو جاتیں، آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں، بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔

۳۔ عن عائشة رضى الله عنها ان النبى صلى الله عليه وسلم اتى بصبى فقبله فقال اما انهم مبخلة مجبنة و انهم لمن ريحان الله۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک بچہ لایا گیا۔ آپ نے اس کو چوما اور فرمایا یہ اولاد بخیل بنانے اور بزدل بنانے کا سبب بنتی ہے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ ہے۔

(۳) علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی بحث:

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مقدس مقامات کو حصول تبرک کے لئے بوسہ دینا اور اسی طرح صالحین کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا اچھا ہے اور نیت اور قصد کے اعتبار سے عمدہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی تھی کہ اپنے جسم کی وہ جگہ دکھائیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا اور وہ ناف کا مقام تھا، تو حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی یادگار اور آل ہونے کی وجہ سے اس جگہ بوسہ دیا۔ حضرت ثابت البنانی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک بوسہ نہ دے لیتے اور فرماتے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے۔ حافظ ابو سعید بن علائی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے قدیم جزء میں امام احمد بن حنبل کا کلام دیکھا جس پر ابن ناصر اور دیگر حفاظ نے نشان لگایا تھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک اور منبر کو بوسہ دینے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انہوں نے (حافظ ابوسعید) نے فرمایا کہ ہم نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کو یہ جگہ دکھائی وہ اس سے تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے بڑی عجیب بات ہے۔ امام احمد تو میرے نزدیک بڑے جلیل القدر تھے۔ وہ یہ کہتے ہیں؟ یہ ان کا کلام ہے؟ انہوں (حافظ ابوسعید) نے کہا اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ ہم نے تو امام احمد سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قمیض کو دھویا جس پانی سے قمیض دھوئی تھی اسے پی لیا تھا۔ جب یہ تعظیم اہل علم کے لئے ہے تو پھر صحابہ کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا اور انبیاء علیہم السلام کی یادگاروں کی تعظیم کا کیا عالم ہوگا۔

بقول شاعر

أمر على الديار ديار ليلى
أقبل ذا الجدار و ذا الجدار
وما حب الديار شغفن قلبي
ولكن حب من سكن الديار

ترجمہ:۔ میں دیار لیلی سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں۔ گھروں کی محبت میرے دل پر نہیں چھائی بلکہ اس کی محبت جو ان گھروں میں رہتا ہے۔

محب طبری نے فرمایا ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دینے اور استیلام ارکان سے یہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ اس چیز کو بوسہ دینا جائز ہو جس کو بوسہ دینے سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو۔ کیونکہ اگر اس کے مستحب ہونے میں کوئی روایت وارد نہیں ہوئی تو اس کے مکروہ

ہونے میں بھی کوئی روایت نہیں ہے۔ میں نے اپنے دادا، حضرت محمد بن ابوبکر کے بعض حواشی میں دیکھا ہے کہ امام ابوعبداللہ محمد بن ابوسیف نے فرمایا کہ بعض بزرگ جب قرآن مجید کو دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے، حدیث کی کتب دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے، جب نیک لوگوں کی قبور کو دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے۔

چنانچہ محب طبری فرماتے ہیں کوئی بعید بات نہیں، خدا جانتا ہے کہ ان تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ماذکر فی حجر الاسود، ج۷، ص۱۶۷، ۲۶۶دار الفکر بیروت)

امام بدر الدین عینی بوسہ کے جائز ہونے کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

''اس میں بوسہ لینے کا جواز ملتا ہے فقیہ ابولیث نے شرح جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ بوسے کی پانچ قسمیں ہیں:۱۔ قُبلۃ تحیۃ ۲۔ قُبلۃ شفقۃ ۳۔ قُبلۃ رحمۃ ۴۔ قُبلۃ شھوۃ ۵۔ قُبلۃ مودۃ

۱۔ **قُبلة تحية**۔ جیسے دو مومن ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں۔

۲۔ **قُبلة شفقة**۔ بیٹے کا اپنے والد یا والدہ کو بوسہ دینا ہے۔

۳۔ **قُبلة رحمة**۔ والد یا والدہ کا اپنے بچے کے رخسار پر بوسہ دینا ہے۔

۴۔ **قُبلة شهوة**۔ خاوند کا اپنی بیوی کے منہ پر بوسہ دینا ہے۔

۵۔ **قُبلة مؤدة**۔ بھائی اور بہن کا رخسار پر بوسہ لینا ہے۔

ہمارے بعض علماء نے ان میں **قبلة ديانة** کا اضافہ کیا ہے اور کہا ہے اس

سے مراد حجر اسود کو بوسہ دینا ہے۔ بہت ساری احادیث اور آثار صحابہ بوسے کے جائز ہونے میں وارد ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اس جگہ ہے جہاں یہ عزت و احترام کی صورت میں ہو۔ لیکن اگر شہوت کی صورت میں ہو تو میاں بیوی کے علاوہ کسی اور جگہ جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، ج۸، ص۴۰۴)

(۴) شیخ عابد سندھی کے رسالہ "تقبيل الصحابة يد رسول الله ورجله وراسه الشريف حكم التقبيل عامة" کی ابحاث

شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری کے مشائخ سندھ میں سے ہیں صحاح ستہ پر آپ کے حواشی مقبول و معروف ہیں۔ مجلّہ "فقہ اسلامی" کے توسط سے علم ہوا کہ کراچی میں شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل شائع ہوئے ہیں۔ لیکن کوشش کے باوجود تا حال دستیاب نہیں ہو سکے۔ [1]

تاہم دارالاشاعت کراچی کی چھپی ہوئی ہاتھ پاؤں چومنے کے موضوع پر ایک کتاب دستیاب ہوئی، جسے روح اللہ نقشبندی نے ترتیب دیا ہے۔ اس کے اندر شیخ عابد سندھی کے رسالہ کی تلخیص موجود تھی جو مفتی محمد شفیع دیوبندی نے کی تھی اس کے چند دلائل اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "تعظیم و تکریم کے لئے دست بوسی یا قدم بوسی صرف ان

---

[1] یہ کتاب کراچی سے منگوالی گئی تھی اس میں دلائل تقریباً وہی ہیں جو مذکورہ رسالہ میں ذکر کر دیئے گئے ہیں لیکن چونکہ مفتی محمد شفیع دیوبندی کا حوالہ ضروری تھا اسی لیے انہیں کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔

لوگوں کی جائز ہے جو عالم صالح، سلطان عادل ہو یا کوئی دینی شرف و بزرگی رکھتا ہو۔ ان کے سوا دوسروں کے لئے جائز نہیں حرام ہے۔ کیونکہ نصوص حدیث سے اس کا جواز صرف دینی شرافت و فضیلت رکھنے والوں کے لئے ثابت ہے۔ ان کے سوا دوسروں کے لئے ثابت نہیں البتہ علمی و دینی شرف رکھنے والوں کے لئے دست بوسی بلکہ پابوسی بھی قوی روایات حدیث سے ثابت ہے" اس کے بعد شیخ موصوف نے انیس (۱۹) روایات ذکر کیں ہیں جن سے ہاتھ پاؤں چومنے کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوتا ہے ان روایات میں امام ابوداؤد، امام بخاری، ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، ترمذی، نسائی، ابن حجر عسقلانی، ابن سعد وغیرہم کی ذکر کردہ روایات بیان کی ہیں ان روایات میں سے کچھ کا ذکر اس رسالے میں ہو چکا ہے اور کچھ روایات کا ذکر آگے چل کر ہو گا ترمذی کی حضرت انس ابن مالک سے وہ روایت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعظیم کے لئے جھکنے، معانقہ کرنے اور چومنے سے منع فرمایا، کا جواب دیتے ہوئے شیخ عابد سندھی فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جن میں مذکور الصدور اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف نہ ہو اس کے ساتھ یہ معاملہ معانقہ اور تقبیل کا نہ کیا جائے۔ صرف مصافحہ کافی ہے اور قرینہ اس کا خود وہ سوال ہے جو حدیث مذکور ہے۔ کیونکہ سائل نے یہ نہیں پوچھا کہ بڑے عالم یا بزرگ سے ملیں تو کیا کریں؟ بلکہ سوال عام دوست یا بھائی کا کیا ہے۔ جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ اور تقبیل کو منع فرمایا"۔

(۵) الادب المفرد للبخاری کی روایات:

۳۔امام بخاری نے ادب المفرد میں ایک باب تقبیل الید اور ایک باب تقبیل الرجل کا قائم کیا ہے۔ پہلے میں تین اور دوسرے باب میں دو روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ان روایات کو درج کیا جاتا ہے۔

ہاتھ چومنے کے متعلق روایات:

ا۔ عن ابن عمر قال کنا فی غزوة فحاص الناس حیصة، قلنا کیف نلقی النبی صلی اللہ علیه وسلم وقد فررنا؟ فنزلت (الا متحرفا لقتال) (الانفال:١٦) فقلنا لانقدم المدینة فلایرانا احد، فقلنا، لو قدمنا، فخرج النبی صلی اللہ علیه وسلم من صلاة الفجر، قلنا نحن الفرارون، قال (انتم العکارون) فقبلنا یده، قال (انافئتکم)

(الادب المفرد، باب تقبیل الید ص۲۶۲، ۲۶۱، دار الغد الجدید مصر)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک جنگل میں تھے۔ لوگ (میدان جنگ سے) بھاگ گئے۔ ہم نے کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ملیں گے۔ حالانکہ ہم نے راہ فرار اختیار کی ہے تو قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی (الامتحرفا لقتال) ہم نے کہا ہم مدینہ نہیں جائیں گے تاکہ ہمیں کوئی دیکھے نہ، ہم نے کہا کاش کہ ہم چلے جاتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے لئے نکلے ہم نے عرض کی ہم فرار ہونے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بھی تمہاری جماعت (یعنی پلٹ کر حملہ

کرنے والوں) میں سے ہوں۔

۲۔ قال عبد الرحمن ابن رزین: مررنا بالربذة، فقیل لنا، ھاھنا سلمة بن الاکوع، فاتیته فسلمنا علیه فاخرج یدیه فقال بایعت بھاتین نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاخرج کفاله ضخمة کانھا کف بعیر، فقمنا الیھا فقبلناھا، (ایضاً)

عبدالرحمٰن بن رزین روایت کرتے ہیں کہ ہمارا مقام ربذہ سے گزر ہوا ہمیں بتایا گیا کہ یہاں سلمہ بن الاکوع (صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ان کے پاس حاضر ہوا۔ انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا اور فرمایا میں نے ان ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے انہوں نے اپنی موٹی ہتھیلی باہر نکالی جیسے کہ اونٹ کی ہو۔ ہم اٹھے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

۳۔ عن ابن جدعان قال ثابت لانس، امسست النبی صلی اللہ علیه وسلم بیدك؟ قال، نعم، فقبلها (ایضاً)

ابن جدعان روایت کرتے ہیں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، کیا آپ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

پاؤں چومنے کے متعلق روایات

ا۔ حدثنا موسیٰ بن اسمعیل قال: حدثنا مطر بن عبد الرحمان

الاعنق قال حدثتنی امراة من صباح عبد القیس یقال لها ام ابان ابنه الوازع، عن جدها، ان جدها الوازع بن عامر قال: قدمنا، فقیل: ذلک رسول الله فاخذنا بیدیه ورجلیه نقبلها (ایضاً باب تقبیل الرجل)

وازع بن عامر سے مروی ہے انہوں نے فرمایا جب ہم حاضر ہوئے تو ہمیں بتایا گیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ہم آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔

۲۔ حدثنا عبد الرحمن بن المبارک قال: حدثنا مطر بن عبد الرحمن قال حدثنا شعبه قال حدثنا عمرو، عن ذکوان، عن صهیب قال، رأیت علیا یقبل ید العباس ورجلیه (ایضاً)

حضرت صہیب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا۔

(۶) طبرانی کی روایت:

۴۔طبرانی کی المعجم الاوسط میں ہے۔

عن الزارع و کان فی وفد عبد القیس قال: لما قدمنا المدینة جعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل یدی النبی صلی الله علیه وسلم و رجلیه

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ احمد، ج۱، ص۴۲۴)

حضرت زارع وفد عبدالقیس میں تھے۔فرماتے ہیں جب ہم مدینہ آئے تو ہم جلدی سے اپنی سواریوں سے اترنے لگے پھر ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پاوں چومے۔

(۷) مستدرک کی روایت:

۵۔ عن عبد الله بن بریدة عن ابیه ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله علمنی شیئاً ازداد به یقینا قال: فقال ادع تلک الشجرة، فدعا بها فجاء ت حتی سلمت علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم قال لها ارجعی فرجعت، قال: ثم اذن له فقبل رائسه و رجلیه و قال لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت ان تسجد لزوجها، هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه۔ (مستدرک علی الصحیحین ،ج۱۷،۱۷۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز سکھائیے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا اس درخت کو بلاؤ۔اُس شخص نے اُس درخت کو بلایا۔وہ درخت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا پھر حضور نے اُس کو ارشاد فرمایا واپس چلے جاؤ، وہ درخت واپس چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں پھر اُس شخص نے اجازت لے کر حضور ﷺ کے سر اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا (اُس کے سجدہ کی اجازت مانگنے پر) حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد اور بخاری اور مسلم نے اسے ذکر نہیں کیا۔

(۸) جامع ترمذی کی روایت:

حدثنا ابو کریب اخبر عبد الله بن ادریس و ابو اسامة عن

شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة عن صفوان بن عسال قال قال يهودى لصاحبه اذهب بنا الى هذا النبى فقال صاحبه لاتقل نبى انه لو سمعك كان له اربعة اعين فاتيا رسول الله ﷺ فسالاه عن تسع آيات بينات فقال لهم لاتشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلو النفس التى حرم الله الا بالحق، ولا تمشوا ببرىء الى ذى سلطان ليقتله، ولا تسحروا ولا تاكلوا الربا، ولا تقذفوا محصنة، ولا تولوا الفرار يوم الزحف و عليكم خاصة اليهود الا تعتدوا فى السبت: فقال فقبل يديه ورجليه، وقالوا نشهد أنك نبى، قال فما يمنعكم ان تتبعونى؟ قال قالوا ان داود دعا ربه أن لا يزال من ذريته نبى وانا نخاف ان تبعناك يقتلنا اليهود)

(سنن ترمذی، باب الاستیذان والآداب، باب ماجاء فی قبلة الید والرجل، رقم الحدیث ۲۷۳۳، ص ۶۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی کو کہا آؤ اس نبی کے پاس چلتے ہیں۔ اس کے ساتھی نے کہا اُن کو نبی نہ کہو۔ اگر وہ تمہیں (نبی کہتا ہوا) سن لیں تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے نو واضح نشانیوں کے متعلق سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا (کہ وہ یہ ہیں)

۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲) چوری نہ کرو۔

۳) زنا نہ کرو۔

۴) جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔

۵) کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کردے۔

۶) جادو نہ کرو۔

۷) سود نہ کھاؤ۔

۸) کسی پاکدامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ۔

۹) جنگ کے دن راہ فرار اختیار نہ کرو۔

اور اے یہودیو! تم پر خصوصی طور پر ضروری ہے کہ ہفتے والے دن حد سے تجاوز نہ کرو۔ راوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور انہوں نے کہا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں میری اتباع کرنے سے کونسی چیز مانع ہے۔ انہوں نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ نبی اس کی اولاد میں رہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی تو یہودی ہمیں قتل کردیں گے۔

غیر مقلدین کے نامور محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری نے اس حدیث کی شرح میں ہاتھ اور پاؤں چومنے کے جواز پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ ذکر کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث ہاتھ اور پاؤں کے چومنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے ان کا انکار کیا ہے۔

جبکہ اس کے جواز پر بہت سے دلائل ہیں، حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کو بوسہ دیا، اسی طرح ابولبابہ اور کعب ابن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا، جب ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی طرح حضرت ابوعبیدہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت عبد اللہ ابن عباس نے جب حضرت زید بن ثابت کی رکاب پکڑی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اس میں کراہت اس وقت ہے جب یہ تکبر کی نیت سے ہوگا اور اگر اس شخصیت کے دین، علم اور شرف کی وجہ سے رضاءِ الٰہی کے لئے ہو تو جائز ہے"۔

"امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام ابوداؤد نے سنن میں، علامہ بیہقی نے الدلائل میں، ابن مقری نے اپنی کتاب میں، سفیان ثوری نے اپنی جامع میں، علامہ طبرانی نے (اپنی معجم میں) علامہ نسائی اور ابن ماجہ نے (اپنی کتابوں میں) اور علامہ حاکم نے (مستدرک میں) اسی موضوع کے جواز پر روایات ذکر کی ہیں۔ حافظ ابوبکر بن مقری نے ہاتھ چومنے کے بارے میں ایک جز جمع کیا ہے میں نے سنا ہے کہ اس میں بہت ساری احادیث اور آثار کا ذکر کیا ہے"۔ [1]

علامہ مبارک پوری مزید دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ آدمی کے زہد، اس کی نیکی، اس کے علم، اس کے شرف، اس کے تقوی یا

[1] حافظ ابوبکر بن مقری کے رسالے کا نام "الرخصة فی تقبیل الید" ہے اس سے منتخب چند احادیث آگے ذکر کی جائیں گی۔

امور دینیہ میں سے کسی اور وجہ سے اس شخص کے ہاتھ چومنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے اور اگر اس کی دولت کی وجہ سے یا شان وشوکت کی وجہ یا دنیاوی مقام ومرتبہ کی بنا پر ہاتھ چومے جائیں تو یہ شدید مکروہ ہے۔

(تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی، ج۷، ص۵۵۷، ۵۵۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ مبارک پوری دلائل کی قوت کی وجہ سے مستحب قرار دینے پر مجبور ہوئے۔ نامعلوم آج کے غیر مقلدین کس بنا پر اسے ناجائز بلکہ شرک تک کہنے میں باک محسوس نہیں کرتے؟ نا جانے مسلکی تعصب کی عینک کیوں احادیث صحیحہ اور آثار قویّہ بھی دیکھنے نہیں دیتی؟

اللھم اھدنا الصراط المستقیم

۹۔ سنن نسائی کی روایت مشکوۃ شریف کے حوالے سے پیچھے گزر چکی ہے۔

(۱۰) سنن ابن ماجه کی روایات

۱۔ عن صفوان بن عسال ان قوما من الیھود قبلوا ید النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ یہود کی ایک قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔

۲۔ عن ابن عمر قال قبلنا ید النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابن عمر سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل، صفحہ ۸۳۸، دارالفکر، بیروت)

(۱۱) الرياض النضرة للطبری کی روایات

۱۔ عن جابر بن عبد الله قال كنا عندالنبی صلی الله علیه و آله وسلم فقال يطلع عليكم رجل لم يخلق الله بعدى احدا خيرا منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبين فما برحنا حتى طلع ابوبكر فقام النبى صلى الله عليه و آله وسلم فقبله والتزمه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس ایک ایسا آدمی آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر اور کوئی شخص پیدا نہیں فرمایا اور اس کو شفاعت کا شرف ملے گا جیسا کہ انبیاء کے لئے ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق آ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق کا بوسہ لیا اور معانقہ کیا۔

(الرياض النضرة فى مناقب العشرة، صفحہ ۶۳، جلد ۱)

(۲) عن انس بن مالك رضى الله عنه قال صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر فحمد الله تعالىٰ و اثنى عليه ثم قال مالى اراكم تختلفون فى اصحابى اما علمتم ان حبى وحب اهل بيتى وحب اصحابى فرضه الله تعالىٰ على امتى الى يوم القيامة ثم قال اين ابوبكر قال هاناذا يارسول الله صلى الله عليه وسلم قال ادن منى فضمه الى صدره وقبل بين عينيه و راينا دموع رسول الله ﷺ تجرى على

خده ثم اخذه بيده و قال باعلى صوته معاشر المسلمين هذا ابوبكر الصديق هذا شيخ المهاجرين والانصار هذا صاحبى صدقنى حين كذبنى الناس و آوانى حين طردونى واشترى لى بلالا من ماله فعلى مبغضه لعنة الله و لعنة اللاعنين والله منه برى فمن احب ان يبرا من الله ومنى فليبرا من ابى بكر الصديق و ليبلغ الشاهد منكم الغائب ثم قال له اجلس يا ابابكر فقد عرف الله ذلك لك .... الخ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی پھر فرمایا۔ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے صحابہ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر قیامت تک کے لئے میری محبت، میری اہل بیت کی محبت اور میرے صحابہ کی محبت فرض کر دی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں یہاں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے قریب آؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اپنے سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو گال مبارک پر بہہ رہے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! یہ ابوبکر صدیق ہیں، یہ مہاجرین و انصار کے شیخ ہیں، یہ میرے صحابی ہیں۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور مجھے اس وقت پناہ دی جب لوگوں نے مجھے دور ہٹا دیا اور اپنے مال سے

میرے لئے بلال کوخریدا۔ لہٰذا ان سے بغض رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور لعنت والوں کی لعنت۔ اللہ اس سے بری ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ اور مجھ سے بری ہو جائے وہ ابوبکر سے بری ہوجائے۔ جو حاضر ہے وہ غیر حاضر تک اس بات کو پہنچادے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر! بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خصوصیت کو جانتا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمر بن خطاب کہاں ہے؟ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تیزی سے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں یہاں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے قریب آؤ۔ حضرت عمر فاروق قریب ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا ہم نے دیکھا کہ آپ کے رخسار مبارک پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور باآواز بلند فرمایا اے گروہ مسلمین! یہ عمر بن خطاب ہیں، یہ مہاجرین وانصار کے شیخ ہیں، یہ وہ شخصیت ہیں، جن کے بارے میں مجھے اللہ نے حکم دیا کہ میں انہیں اپنا مددگار اور مشیر بنالوں۔ عمر بن خطاب وہ ہیں جن کے دل، زبان اور ہاتھ پر اللہ نے حق نازل فرمایا۔ یہ وہ ہیں جو حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو۔ یہ وہ ہیں جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی ذات سے شیطان کو دور کردیا ہے، یہ اہل جنت کے چراغ ہیں، ان کے ساتھ بغض رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور لعنت والوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے اور میں بھی اس سے بری ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عثمان بن عفان کہاں ہیں؟ حضرت

عثمان تیزی سے آئے اور عرض کیا میں یہاں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ حضرت عثمان قریب ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے آنسو مبارک رخسار پر بہتے ہوئے دیکھے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! یہ عثمان بن عفان ہیں یہ مہاجرین وانصار کے شیخ ہیں یہ وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کو اپنا سہارا بناؤں اور داماد بنالوں۔ اور اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی میں ان کے ساتھ شادی کردیتا، یہ وہی ہیں جن سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور لعنت والوں کی لعنت۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ جلدی سے حاضر ہوئے اور عرض کیا میں یہاں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے قریب آؤ حضرت علیؓ قریب ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسو آپ کی رخسار پر بہہ رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ! یہ مہاجرین وانصار کے شیخ ہیں، یہ میرے بھائی، میرے چچا کے بیٹے اور میرے داماد ہیں، یہ میرے گوشت، خون اور بالوں کا حصہ ہیں۔ یہ میرے نواسوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے باپ ہیں وہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور یہ (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) مجھ سے تکلیف کو دور کرنے والے ہیں۔ یہ زمین میں دشمنان خدا کے لئے اللہ کی تلوار اور اللہ کے شیر ہیں۔ ان

سے بغض رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور لعنت والوں کی لعنت۔ اللہ اس سے بری اور میں بھی اس سے بری ہوں۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اللہ اور مجھ سے بری ہو جائے وہ علی ابن ابی طالب سے بری ہو جائے۔ تم میں سے جو شخص حاضر ہے وہ غیر حاضر کو یہ بات پہنچا دے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے ابوالحسن بیٹھ جایئے اللہ تعالیٰ آپ کی خصوصیات کو جانتا ہے"۔

(الرياض النضرة فى مناقب العشرة، باب ذكر افتراض مجتهم، جز۱، صفحہ ۱۸)

(۱۲) الاصابۃ کی روایات

۱۔ عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم لما رجع من تبوك استقبله سعد بن معاذ الانصاری، فقال: ما هذا الذی اری بیدك؟ "قال من اثر المر والمسحاة اقرب وأنفق علی عیالی فقبل النبی صلی الله علیه وسلم یده وقال" وهذه ید لا تمسها النار"

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ذکر من اسمہ سعد ساکن العین، جز۱، صفحہ ۴۳۴)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس لوٹے حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے جو میں آپ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں انہوں نے عرض کیا یہ رسی اور کدال کے نشان ہیں (میں محنت کرتا ہوں، مارتا ہوں اور (جو کماتا ہوں اس کو) اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا یہ وہ ہاتھ ہے جسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

۲۔ عن ابی برزة قال دخلت مع مولای عبد الله بن السائب علی

النبی صلی الله علیه و آله وسلم فقبلت یده و رأسه و رجله

حضرت ابی برزۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے غلام عبداللہ بن سائب کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک، سر مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔

(الاصابة فى معرفة الصحاب، جز۳، صفحہ ۴۹۱)

(۱۳) فقہ حنفی کے چند حوالہ جات

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دلیل میں مستدرک حاکم کی ایک روایت بیان کی ہے، جو پیچھے مستدرک حاکم کے حوالے سے گزر چکی ہے: کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے کوئی ایسی چیز دکھایئے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس درخت کے پاس جاؤ اور اس کو بلا کے لاؤ۔ وہ شخص درخت کے پاس گیا اور اسے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بلاتے ہیں۔ وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا حتیٰ کہ درخت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سے فرمایا لوٹ جاؤ تو وہیں لوٹ گیا۔ پھر اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی (اجازت ملنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور فرمایا اگر میں کسی شخص کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، ص ۲۴۵، ج ۵)

ضمیمہ

حضرت قبلہ عالم، سیدی مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ پائے کے روحانی شیخ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معتبر عالم دین بھی تھے۔ فقہ کی باریک اور ادق جزئیات تک آپ کے دسترس میں تھیں۔ آپ کی محفل میں بیٹھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جب بھی آپ کے سامنے کوئی مسئلہ چھڑتا تو کتابوں کے انبار لگ جایا کرتے تھے اور آپ ایک ایک کتاب سے اس کے حوالہ جات دیکھاتے جاتے ۔وہ مسئلہ تفسیر کا ہوتا یا حدیث کا، فقہ کا ہوتا یا تصوف کا، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ پر بلا تکلف سیر حاصل گفتگو فرماتے۔ زیر نظر رسالہ چوں کہ آپ کا مکتوب ہے۔ اس لئے آپ نے اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔ وگرنہ اگر آپ کو تصنیف کی فرصت ملتی تو ایک ضخیم وجامع کتاب معرض وجود میں آجاتی۔ لیکن لوگوں کی آمدورفت، سالکین کی تربیت، خانقاہ ودارالعلوم کے معاملات اور خانگی فرائض کی انجام دہی، وہ اہم کام تھے جن کی بنا پر آپ کو فرصت نہ ملتی۔ مزید برآں کثیر عبادت وریاضت کے متعلق سن کر آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اتنے معاملات کے ہوتے ہوئے اس قدر عبادت وریاضت کا وقت آخر کیسے مل جاتا ہے۔ ہم تو آج تک سوچتے ہیں کہ وہ سوتے کس وقت ہوں گے ۔بہر حال اللہ والوں کے وقت میں بھی بہت برکت ہوتی ہے۔

المختصر مجھے اس سعادت پر فخر ہے کہ میں آپ کے فیض کی بدولت آپ کے مکتوب پر کام کرنے کے قابل ہوسکا۔ قبلہ سیدی مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتب کی طرف اشارہ فرمایا ان کی روایات بدون التکرار پیچھے ذکر کی جاچکی ہیں۔

اس موضوع پر اور بھی احادیث مبارکہ علماء نے اپنی کتب میں ذکر فرمائی ہیں۔ نیز صحابہ کرام، تابعین وفقہا ومحدثین اور صلحائے امت کے ایسے واقعات بھی کتابوں میں موجود ہیں، جنہیں ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس رسالہ کو جامع بنانے کے لئے اس موضوع پر باقی ماندہ روایات وواقعات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دینا

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے "**یایھا الذین امنو لا تسئلوا عن اشیاء**" آیت کے متعلق روایت کیا ہے:

قال غضب رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما من الایام فقام خطیبا فقال سلونی فانکم لا تسئلونی عن شی الا انباتکم فقام الیه رجل من قریش من نبی سهم یقال له عبد الله بن حذافة، و کان یطعن فیه فقال یا رسول الله من ابی قال ابوك فلان فدعاه لابیه فقام الیه عمر فقبل رجله وقال یا رسول الله رضینا بالله ربا وبك نبیاو بالقران اماما فاعف عنا عفا الله عنك فلم یزل حتی رضی۔

(**تفسیر الطبری**، سورۃ المائدہ:۱۰۱، ص۸۱، ج۵، دار الفکر بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بہت ناراضگی میں تھے۔ آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، ارشاد فرمایا مجھ سے سوال کرو۔ تم جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا، قریش کی شاخ بنوسھم سے ایک شخص کھڑے ہوئے، انہیں

عبداللہ بن حذافہ کہا جاتا تھا، ان کی ولدیت کے بارے میں لوگ طعن زنی کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرا باپ کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا باپ فلاں (حذافہ) ہے۔ آپ نے اس کے باپ کا نام لے کر پکارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے رب ہونے، آپ کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر خوش ہیں۔ آپ ہمیں معاف فرما دیں اللہ تعالیٰ آپ پر مزید لطف وکرم فرمائے۔ حضرت عمر التجا کرتے رہے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ (کا غصہ ختم ہو گیا اور آپ) خوش ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ کا صحابی سے اظہار محبت اور ان کا آپ ﷺ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا

عن سالم بن ابی الجعد عن رجل فی اشجع يقال له زاهر بن حرام الاشجعی قال و كان رجلا بدويا لاياتی النبی صلی الله عليه وسلم اذا اتاه الا بطرفة او هدية يهديها فرأه رسول الله صلی الله عليه وسلم بالسوق يبيع سلعة و لم يكن اتاه فاحتضنه من ورائه بكفيه فالتقت فابصر رسول الله صلی الله عليه وسلم فقبل كفيه فقال من يشتری العبد؟ قال اذن تجدنی يا رسول الله صلی الله عليه وسلم كا سدا قال ولكنك عند الله ربيح

(المعجم الکبیر ،ج۳،ص۲۳۴،داراحیاءالتراث العربی)

زاہر بن حرام بن اشجعی ایک دیہاتی شخص تھے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کسی نادر چیز یا تحفے کے بغیر حاضر نہ ہوتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں تحفہ پیش کیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (ایک دن) بازار میں کچھ بیچتے ہوئے دیکھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ابھی حاضر نہیں ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیچھے سے گلے لگا لیا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک آگے تھے) انہوں نے توجہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس غلام کو کون خریدے گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نکما سا ہوں (مجھے کون خریدے گا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لیکن تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑا نفع والا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کا نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دینا

عن اسامة بن شريك قال، قمنا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقبلنا يده۔

حضرت اسامہ بن شریک سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھ کے گئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔

(الرخصة فی تقبيل اليد لابن المقری، رقم الحديث،۲)

حضرت عبداللہ بن عمر نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چوما

عن عبد الرحمن ابی لیلیٰ عن ابن عمر انه قبل ید النبی صلی الله علیه و آله وسلم (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۱۰، ص ۵۶)

حضرت عبد الرحمٰن ابی لیلی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی توبہ قبول ہونے کی خوشی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔

عن کعب ابن مالك رضی الله عنه قال لما نزلت توبتی أتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقبلت یده و رکبتیه، و کسوت المبشر ثوبین۔ (الدر المنثور، سورۃ توبہ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میری توبہ کی قبولیت نازل ہوئی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ اور گھٹنوں کا بوسہ دیا اور خوشخبری سنانے والے کو کپڑے دیئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا پانچ مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دینا

عن ابن عباس قال صنع رسول الله صلی الله علیه وسلم الیّ معروفا فقبلت ید رسول الله صلی الله علیه وسلم خمس مرات

(الرخصة فی تقبیل الید، لابن ابراهیم المقری، ص ۷۲، رقم حدیث ۲۵)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ایک مہربانی کی تو میں نے پانچ مرتبہ آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔

غرائب مالک بن انس میں موجود روایت کے الفاظ یوں ہیں:۔

عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم صنع الی رجل معروفا فقبل یده خمس مرات

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص پر مہربانی کی تو اس نے پانچ مرتبہ آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔

حضرت زید بن حارثہ کا نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دینا

عن عائشة رضی الله عنها قالت استاذن زید بن حارثة علی النبی صلی الله علیه وسلم فاعتنقه و قبله

(الرخصة فی تقبیل الید، حدیث:۲۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

نبی کریم ﷺ کا ایک شخص کو ماں کے قدم چومنے کا حکم دینا

علامہ بدرالدین العینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں روایت نقل کی ہے کہ

ان رجلا اتی النبی فقال انی نذرت ان فتح الله عزوجل علیك مکة ان اتی البیت فاقبل اسفل الاسکفة فقال قبل قدمی امك و قد

وفيت نذرك (عمدة القاری، کتاب الادب ،باب من احق الناس بحسن الصحبة، ص۱۴، ج۱۵، دارالفکر بیروت)

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ کی فتح عطا فرمائے تو میں بیت اللہ کی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی ماں کے قدم چوم لو۔ تمہاری نذر پوری ہوگئی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا آپس میں ہاتھ پاؤں چومنا

عن تمیم بن سلمة: " ان اباعبیدة قبل یدعمر قال تمیم، والقبلة سنة (مصنف ابن ابی شبیہ، کتاب الادب)

حضرت تمیم بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر بوسہ دیا اور حضرت تمیم فرماتے ہیں کہ چومنا سنت ہے۔

علامہ ابن اعرابی نے اپنی کتاب القبل والمعانقة و المصافحة میں یہ الفاظ بیان کئے ہیں۔

عن تمیم بن سلمة قال قدم عمر رضی الله عنه الشام تلقاه ابو عبیدة قال فقبل ابوعبیدة ید عمر بن الخطاب رضی الله عنه فکانوا یرون انها سنة ثم خلیا فجعلا یبکیان۔

حضرت تمیم بن سلمہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام آئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ صحابہ کرام بوسہ دینے کو

سنت سمجھا کرتے تھے۔ پھر دونوں صحابی علیحدہ ہوگئے اور رونے لگے۔

(القبل و المعانقة و المصافحة لابن الاعرابی، حدیث۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ، پاؤں چومنا

عن صهیب مولی العباس قال رایت علیا یقبل ید العباس و رجله و یقول یا عم ارض عنی ۔(الرخصة فی تقبیل الید، رقم الحدیث ۱۳)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام صہیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے چچا مجھ سے راضی ہوجائیں۔

(الادب المفرد کے حوالے سے یہ روایت گزر چکی ہے لیکن اس میں ارض عنی کے الفاظ نہیں ہیں)

حضرت زید بن ثابت کا حضرت عبداللہ بن عباس کے ہاتھ کو چومنا

عن عمار بن ابی عمار ان زید بن ثابت رکب یوما فاخذ ابن عباس برکابه فقال هکذا امرنا ان نفعل بعلمائنا و کبرائنا فقال زید أرنی یدك فاخرج یده فقبلها فقال هکذا امرنا ان نفعل باهل بیت نبینا صلی الله علیه وسلم (الرخصة فی تقبیل الید، رقم الحدیث،۳۰)

عمار بن ابی عمار روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابت ایک دن سواری پر سوار ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سواری کی رکاب تھام لی زید فرمانے

لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اس طرح مت کریں۔ حضرت ابن عباس نے جواباً فرمایا ہمیں اپنے علماء و بزرگان (کی اسی طرح تعظیم کرنے) کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت زید نے فرمایا آپ اپنا ہاتھ مجھے دکھائیے۔ حضرت ابن عباس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو حضرت زید نے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت (کی اسی طرح عزت افزائی) کا حکم دیا گیا ہے۔

تابعین کا صحابہ کرام کو بوسہ دینا و دیگر صلحائے امت کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے بوسہ دینے کے دلائل

حضرت ثابت کا حضرت انس کے ہاتھ کو بوسہ دیئے بغیر راضی نہ ہونا

قال الانصاری و قدرایت جمیلة قالت: کان ثابت اذا جاء قال انس: یا جمیلة ناولینی طیبا امس به یدی فان ابن ام ثابت لا یرضی حتی یقبل یدی و یقول قد مسست ید رسول الله صلی الله علیه وسلم

(شعب الایمان للبیهقی، ج۴، ص۲۱)

انصاری کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت انسؓ کی خادمہ) جمیلہ کو کہتے ہوئے دیکھا کہ حضرت ثابتؒ جب حضرت انسؓ کے پاس آتے تو حضرت انس فرماتے اے جمیلہ! خوشبو لاؤ تا کہ میں اپنے ہاتھوں پر لگا لوں۔ ثابتؒ میرے ہاتھ کو بوسہ دیئے بغیر راضی نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کے ہاتھ کا بوسہ ابو مالک الاشجعی نے لیا

نا ابو مالك الاشجعی قال قلت لعبد الله بن ابی او فی ناولنی یدك التی بایعت بها رسول الله فنا ولنیها فقبلتها (ایضاً:۲۳)

حضرت ابو مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے عرض کی کہ مجھے اپنا وہ ہاتھ عنایت فرمائیے، جس کے ساتھ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ انہوں نے ہاتھ مجھے دیا تو میں نے اس کا بوسہ لے لیا۔

حضرت یحییٰ بن حارث کا صحابی رسول واثلة بن اسقع کے ہاتھ کا بوسہ لینا

یحییٰ بن الحارث یقول قال لنا واثلة ابن الاسقع ترون کفی هذه بایعت بها رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وقلت ناولنی یدك فنا ولنیها فاخذ تها فقبلتها

(الرخصة فی تقبیل الید، رقم حدیث:۸)

یحییٰ بن حارث فرماتے ہیں کہ صحابی رسول، واثلة بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا کہ تم میری یہ ہتھیلی دیکھ رہے ہو میں نے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ یحییٰ فرماتے ہیں میں نے عرض کی آپ اپنا ہاتھ تو مجھے دیں انہوں نے اپنا ہاتھ مجھے پکڑا یا میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا۔

حضرت سفیان ثوری کا فرمان

حدثنا رواد قال سمعت سفیان یقول: تقبیل ید العالم سنة

(الرخصة فی تقبیل الید، رقم:۷۰)

حضرت سفیان ثوری کو فرماتے ہوئے سنا کہ عالم دین کے ہاتھ کو بوسہ دینا

سنت ہے۔

صحابی رسول حضرت سلمة بن الاکوع کے ہاتھ کا بوسہ لینا

حضرت سلمة بن الاکوع وہ خوش نصیب صحابی ہیں، جنہیں بیعت رضوان کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل ہوا چنانچہ عبدالرحمٰن بن رزین روایت کرتے ہیں۔

عن سلمة بن الاکوع قال بایعت بیدی هذه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقبلناها فلم ینکر ذلك (ایضاً: حدیث۱۲)

حضرت سلمة بن اکوع نے فرمایا کہ میرے اس ہاتھ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ انہوں نے انکار نہیں کیا۔

سفیان بن عیینہ کا حسین الجعفی کے ہاتھ کو بوسہ دینا

عظیم محدث حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں موسیٰ بن داود کہتے ہیں کہ

کنت عند سفیان بن عیینة فجاء حسین الجعفی فقام ابن عینیه فقبل یده۔ (ایضاً حدیث: ۱۷)

موسیٰ بن داؤد کہتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ کے پاس تھا کہ حسین الجعفی تشریف لائے۔ حضرت سفیان کھڑے ہو گئے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

حضرت ابووائل کا عاصم بن بھدلة کے ہاتھ کو بوسہ دینا

عاصم بن بھدلہ فرماتے ہیں کہ

ما قدمت علی ابی وائل قط من سفر الا قبل کفی

(القبل والمعانقة والمصافحة لابن الاعرابی، حدیث،۵)

میں جب بھی حضرت ابووائل کے پاس سفر سے پہنچا انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا

مشہور راوی ء حدیث حضرت طلحہ بن مصرف کا حضرت خیثمہ و حضرت مالک کے ہاتھ کا بوسہ دینا

عن طلحة انه قبل ید خیثمة قال مالك و قبل طلحة یدی

(ایضا، رقم الحدیث:٦)

طلحة بن مصرف فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت خیثمة کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ طلحہ نے میرے ہاتھ کو بھی بوسہ دیا۔

حضرت وکیع کا فرمان

عظیم محدث وعابد حضرت وکیع فرماتے ہیں۔

انها صلحت حین قبلت للاخرة وانها فسدت حین قبلت للدنیا

(ایضا: رقم الحدیث:۱۱)

ہاتھ کو بوسہ دینا درست ہے جبکہ یہ آخرت کے لیے دیا جائے اور اگر بوسہ دنیا کی خاطر دیا جائے تو درست نہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ کا فضیل بن عیاض کے ہاتھ کو بوسہ دینا

حدثنی سوید قال رایت سفیان بن عیینة یقبل ید فضیل بن عیاض

(الاخوان لابن ابی الدنیا: ج۱، ص۱۵۹)

سوید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان بن عیینہ کو حضرت فضیل بن عیاض کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔

حضرت سفیان ثوری اور معمر کا عمل

جامع معمر بن راشد میں ہے۔

قال سلیمان بن داؤد رایت الثوری و معمرا حین التقیا احتضنا و قبل کل واحدمنهما صاحبه

(جامع معمر بن راشد، باب تقبیل الراس والید وغیر ذلک) رقم الحدیث: ۵۶۳)

سلیمان بن داؤد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری اور معمر کو دیکھا کہ دونوں نے ملاقات کی، معانقہ کیا اور ایک دوسرے کو بوسہ دیا۔

فقہاء و محدثین کا امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاتھ اور گھٹنوں کو بوسہ دینا

علامہ عبدالوہاب الشعرانی شافعی رحمتہ اللہ علیہ ذکر فرماتے ہیں کہ

و کان ابو مطیع یقول :کنت یوما عند الامام ابی حنیفة فی جامع الکوفة فدخل علیه سفیان الثوری و مقاتل بن حیان و حماد بن سلمة و جعفر الصادق و غیر هم من الفقهاء فکلموا الامام اباحنیفةوقالو! قدبلغنا انك تكثر من القیاس فی الدین وانا نخاف منه فان اول من قاس ابلیس فناظر هم من بکرة نهار الحمعة الی الزوال و عرض علیهم مذهبه و قال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضیة الصحابة مقدما ما اتفقوا علیه علی ما اختلفوا فیه و حینئذ اقیس فقاموا کلهم و قبلوا یده ورکبتیه و قالوا انت سیدالعلماء فاعف عنا فیما مضی من و قیعتنافیك بغیر علم ، فقال غفر الله لناو لکم اجمعین

(المیزان الکبری الشعرانیة، ج۱،ص۷۹، دارالکتب العلمیۃ)

فقہاء کرام کی تصریحات

فقہاء احناف کا نظریہ:

فقہاء احناف کے ہاں عالم دین، متقی و پرہیزگار شخص کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے۔ کتب فقہ کے اندر شیخین کی طرف سے کراہت کا قول نقل کیا گیا ہے، لیکن علماء اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب ازار کے علاوہ اور کوئی لباس نہ ہو، نیز وہ بوسہ عزت و تکریم کی بناء پر نہ ہو بلکہ شہوت کی بناء پر ہو۔ مکتوب مبارک کے متن و حاشیہ میں تنویر الابصار، الدر المختار اور ردالمحتار کے حوالے سے، نیز علامہ طحطاوی علیہ الرحمتہ کے حاشیہ کے حوالے سے فقہاء احناف کے دلائل ذکر ہو چکے ہیں۔ اس لیے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے چند دیگر فقہاء احناف کی آراء پیش خدمت ہیں۔

علامہ طحاوی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان

آپ کا ارشاد الایضاح میں نقل کیا گیا ہے:

۱۔ذکر الطحاوی ان هذا قول ابی حنیفة و محمد و قال ابو یوسف لا باس بالتقبیل والمعانقة و قالو الخلاف فیما اذا لم یکن علیهما غیر الازار و اذا کان علیهما قیمص او جبة فلا باس به بالاجماع و قال صاحب الهدایة و هو صحیح و اختاره المصنف و فی الحقائق اذا کانت القبلة علی وجه المبراة دون الشهوة جازعنه الکل۔

(الایضاح فی شرح الاصلاح فی الفقه الحنفی ،ج۲،ص۴۰۳، دارالکتب العلمیۃ)

علامہ طحاوی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ (بوسے کے مکروہ ہونے کا قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا ہے، اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بوسہ لینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، فقہاء کا کہنا ہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب ان پر سوائے تہبند کے اور کوئی کپڑا نہ ہو، اگر ان پر قمیص یا جبہ ہو تو بالاتفاق کوئی حرج نہیں ہے۔ اسے ہی مصنف نے اختیار فرمایا ہے اور حقائق میں ہے کہ جب بوسہ عزت وتکریم کے لیے ہو، شہوت کے لیے نہ ہو تو تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں ہے کہ۔

لا باس با لتقبيل والمعانقة.........ورخص السرخی و بعض المتاخرين فی تقبيل يد العالم المتورع والزاهد علی وجه التبرك

(البحر الرائق، ج۸، ص۳۶۴، کتاب الکراهیة)

بوسہ لینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔۔ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض متاخرین نے باعمل عالم دین اور پرہیز گار شخص کے ہاتھ کو تبرک کے طور پر چومنے کی اجازت دی ہے۔

۳۔ ملتقی الابحر میں ہے

لاباس بالمصافحة و تقبيل يد العالم او السطان العادل

اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے

لا باس بتقبيل يد العالم او الزاهد اعزازا للدين او السطان العادل لعدله و يد غير هم بتعظيم اسلامه و اكرامه كما فی القهستانی

وقال سفيان الثوری تقبيل يد العالم او السلطان العادل سنة فقام عبد الله بن المبارك فقبل راسه۔ لكن تقبيل راس العالم اجود و قال شرف الائمه لو طلب من عالم او زاهد ان يدفع اليه قدمه ليقبله لم يجبه و قيل اجابه لان الصحابه رضی الله عنهم يقبلون اطراف النبی كما فی الاختيار و فی التنوير و تقبيل يد نفسه مكروه كتقبيل الارض بين يدی العلماء والسلاطين فانه مكروه و الفاعل والراضی اثمان لانه يشبه عبادة الوثن۔ هذا علی وجه التحية فلو كان علی وجه العبادة يكفر۔

(مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر، ص۲۰۴/۲۰۵، ج۴، دار الکتب العلمیة)

عالم اور زاہد کے ہاتھ کو دین کے اعزاز کے لیے بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور سلطان عادل کے عدل کی وجہ سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح دیگر لوگوں کے اسلام یا اکرام کی بناء پر بوسہ دینا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ القہستانی میں ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ عالم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔ عبداللہ بن مبارک کھڑے ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا، لیکن عالم کے سر کو بوسہ دینا زیادہ بہتر ہے۔ شرف الائمہ نے فرمایا کہ اگر عالم یا زاہد سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنا قدم، بوسہ کے لیے آگے بڑھائے تو وہ ایسا نہ کرے۔ لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنا قدم آگے بڑھا دے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ الاختیار میں ہے۔ اور تنویر الابصار میں ہے کہ خود اپنے ہاتھ کو بوسہ دینا مکروہ ہے اسی طرح علماء وسلاطین کے سامنے زمین چومنا بھی مکروہ ہے۔ ایسا کرنے والا اور اس فعل پر راضی ہونے والا

دونوں گناہ گار ہونگے۔ کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے صرف گناہ اس وقت ہے جب یہ تحیت کے طور پر ہواور اگر عبادت کے طور پر ہوتو کفر ہے۔

۳۔علامہ برہان الدین محمود بن احمد بخاری حنفی فرماتے ہیں:

امام الكلام فى تقبيل اليد فان قدم يدنفسه لغير ه فهو مكروه لان ذلك من فعل الفساق و ان قبل يدغيره اور قبل يد عالم او سلطان عادل لعلمه و عدله لا باس به هكذا ذكر فى فتاوى اهل سمر قند ....فهدا يد لك على انه لا باس بتقبيل يد غيره لعلمه وشرفه و قد حكى عن سفيان انه سمى تقبيل يد العالم والسطان العادل سنة فقال عبد الله بن المبارك و من يحسن هذا غير ك

(المحيط البرهانى فى فقه النعمانى ، كتاب الاستحسان و الكراهية ،الفصل الثلاثون ، ص۳۹۶، ج۵)

جہاں تک بات ہاتھ چومنے کی ہے اگر تو اس شخص نے خود ہاتھ آگے بڑھایا (تا کہ دوسرا اسے چومے) تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ فاسقوں کا کام ہے،اور اگر کسی آدمی نے خود دوسرے شخص کا ہاتھ چوما یا کسی عالم کے علم کی وجہ سے اس کا ہاتھ چوما یا سلطان کے عدل کی بناء پر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اہل سمرقند کے فتاویٰ میں ایسے ہی مذکور ہے۔

جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کو چوما۔ یہ روایت رہنمائی کرتی ہے کہ کسی کے علم اور شرف کی بناء پر اس کے ہاتھ کو

بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔حضرت سفیان ثوری کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عالم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو چومنے کو سنت فرمایا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ آپ کے علاوہ اور کس کے لیے (ایسا کرنا) اچھا ہے۔

۴۔علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد

بخاری کی شرح عمدۃ القاری کے حوالے سے پیچھے تفصیل ذکر ہو چکی ہے ،مزید آپ نے البنایۃ شرح ھدایۃ میں بڑی شرح وبسط سے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے۔بہت سے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فعلم من مجموع ماذكرنا اباحة قبلة اليد والرجل و الراس و الكشح كما علم من الاحاديث المتقدمة..........ولكن كل ذلك اذا كان على وجه المبرة والاكرام واما اذاكان على وجه الشهوة لا يجوز الافى حق الزوجين..........قلت كذلك تقبيل يد الوالدين والاستاذ و كل من يستحق التعظيم والاكرام

(البناية فى شرح الهداية،ص۲۲۳،۲۲۴ج۱،دار الفکر بیروت)

تمام دلائل کے مجموعہ سے علم ہوا کہ ہاتھ، پاؤں،سر اور پہلو کو بوسہ دینا جائز ہے،جیسا کہ مذکورہ احادیث سے معلوم ہو چکا ہے۔لیکن یہ جواز کی تمام صورتیں اس وقت ہیں جب عزت واحترام کے لیے ہو اور اگر بوسہ شہوت کی وجہ سے ہوتو شوہر و بیوی کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ....میرا کہنا یہ ہے کہ جس طرح عالم اور متقی و پرہیز گار شخص کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے اسی طرح والدین،استاد اور ہر وہ شخص جو

تعظیم واکرام کا مستحق ہے اس کے ہاتھ کو بوسہ دینا بھی جائز ہے۔

۵۔علامہ طاہر بن رشید بخاری کا فرمان

آپ رقمطراز ہیں۔

تقبيل يد العالم والسطان العادل جائز

(خلاصۃ الفتاوی، ص۳۲۴، ج۴ مکتبہ حبیبیۃ، کوئٹہ)

۶۔علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی، صاحب تبیین الحقائق کا فرمان

آپ لکھتے ہیں۔

الشيخ الامام ابو منصور الماتريدى رحمة الله عليه وفق بين الاحاديث وقال المكروه من المعانقة ما كان على وجه الشهوة واما على وجه البر والكرامة فجائز و رخص الشيخ الامام شمس الائمة السرخسى و بعض المتاخرين تقبيل يدالعالم او المتورع على سبيل التبرك و قبل ابوبكر بين عينى النبى ﷺ بعد ما قبض و قال سفيان الثورى تقبيل يد العالم او يد السلطان العادل سنة فقام عبد الله بن المبارك فقبل راسه.......... كذلك قلت يجوز تقبيل يد الوالدين والشيخ الذى توخذ منه

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ص۵۶، ج۷، مرکز اہل السنۃ برکات رضا، ہند)

شیخ امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کے درمیان تطبیق قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ مکروہ معانقہ سے مرادوہ معانقہ ہے جو شہوت کے طور پر ہو، لیکن

اگر نیکی یا کرامت کے طور پر ہو تو جائز ہے، الشیخ الامام شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمۃ اور بعض متاخرین علماء نے تبرک کے طور پر عالم اور پرہیزگار شخص کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت دی ہے۔ حضرت ابوبکر نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تھا، سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ عالم اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا سنت ہے۔ عبد اللہ بن المبارک (یہ سن کر) کھڑے ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا ......آگے لکھتے ہیں۔

اسی طرح والدین کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے اور اس شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دینا بھی جائز ہے، جس سے علم کا استفادہ کیا ہو۔

حنابلہ کا نظریہ

کشاف القناع میں ہے

لاباس بتقبيل الراس واليد لاهل العلم والدين و نحوهم الحديث.......... فيباح تقبيل اليد والراس تدينا واكراما واحتراما مع امن الشهوة وظاهره عدم اباحته لامر الدنيا وعليه يحمل النهى

(کشاف القناع عن متن الاقناع، ج۴، ص۸۱ع)

اہل علم واہل دین اور اس طرح کے لوگوں کے سر اور ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں.......... دین داری کی وجہ سے یا اکرام واحترام کی وجہ سے ہاتھ اور سر کا بوسہ لینا مباح ہے جبکہ شہوت کا خوف نہ ہو۔ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ دنیاوی معاملہ کی وجہ سے بوسہ لینا مباح نہیں ہے۔ اور بوسہ سے منع کی روایت کو اسی پر محمول کیا جائیگا۔

شافعیہ کا موقف

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ

(۱)اذا اراد تقبیل غیرہ ان کان لزھدہ و صلاحہ او علمہ او شرفہ او صیانتہ او نحو ذلک من الامور الدینیۃ لم یکرہ بل یستحب وان کان لغناہ و دنیاہ و ثروتہ و شوکتہ ووجاھتہ عند اھل الدنیا و نحو ذلک فھومکروہ شدید الکراھۃ و قال المتولی من اصحابنا لا یجوز فاشار الی انہ حرام

(الاذکار ، باب فی مسائل تتفرع علی السلام ، ص۳۳۸، دار التوفیقیہ للتراث ،القاھرہ)

جب آدمی کسی دوسرے کا بوسہ لینا چاہے تو اگر وہ بوسہ اس کے زہد، صلاح، علم، شرف، پرہیز گاری یا امور دینیہ میں سے ایسی ہی کسی اور وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔اور اگر اس کی دولت، دنیا، ثروت اور دنیا والوں کے ہاں شان و شوکت کی وجہ سے بوسہ لے رہا ہو تو شدید قسم کا مکروہ ہے۔ہمارے اصحاب شافعیہ میں سے المتولی نے فرمایا کہ ایسے شخص کا بوسہ لینا جائز نہیں ۔انہوں نے حرام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۲)**المجموع** میں ہے:

یستحب تقبیل ید الرجل الصالح و الزاھد و العالم و نحوھم من اھل الاخرۃ و اما تقبیل یدہ لغناہ و دنیاہ و شوکتہ و وجاھتہ عند اھل الدنیا

بالدنیا و نحو ذلک فمکروہ شدید الکراھۃ (المجموع، ج۴، ص۶۳۶)

صالح، پرہیز گار، عالم دین اور ایسے ہی آخرت میں (مقام و مرتبہ رکھنے والی) دوسری شخصیات کے ہاتھ کو بوسہ دینا مستحب ہے۔لیکن کسی آدمی کے مال و دولت، دنیا، شان و شوکت اور اہل دنیا کے ہاں دنیا کی وجہ سے مقام و مرتبہ کی بناء پر ہاتھ چومنا شدید مکروہ ہے۔

(۳)اسی طرح حاشیہ البجیرمی میں ہے۔

ویسن تقبیل ید الحی لصلاح و نحوہ الصالح ھو القائم بحقوق اللہ و حقوق عبادہ و نحوہ من قرب منہ فی ذلک و خرج بھما نحو الامراء والعظماء فلا یسن الالحاجۃ او ضرورۃ فقد یجب و یکرہ ذلک التقبیل المذکور یعنی لا جل غناہ

(حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ، کتاب النکاح، ص۱۱۵، ج۱۰)

کسی زندہ صالح آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔صالح سے مراد وہ شخص ہے جو حقوق اللہ، حقوق العباد اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کو ادا کرنے والا ہو۔اس سے امراء (اور دنیاوی اعتبار سے) بڑے لوگ نکل جائیں گے۔ان کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت نہیں ۔مگر ہاں کسی مجبوری یا ضرورت کی بناء پر دے سکتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے۔ایسے لوگوں کے ہاتھ کو ان کی دولت مندی کی وجہ سے بوسہ دینا مکروہ ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

احمد بن غنیم الازھری مالکی لکھتے ہیں۔

کره مالك تقبيل اليد اى يد الغير حين السلام و انكرما روى فيـه اى التـقبيـل مـن الاحـاديـث التـى منهـا ان وفـد عبـد القيـس ----------------وهو صحيح ومنها تقبيل سعد بن مالك يده و منها تقبيل الاعرابى--------------

انما كره مالك تقبيل اليد لما يترتب عليه من الكبر و روية النفس عظيمة ولان المسلم اخو المسلم ولعل المقبّل افضل من ذى اليد عند الله ۔ وبالجملة لا ينكر على من فضلها مع ذوى الشرف والفضل لورود ها فى تلك الاحاديث و لما يترتب على تركها مع من يستحقها من المقاطعة والشحناء كما هو معروف فى زماننا۔

(الفواكه الدوانى على رسالة ابن ابى زيد القيروانى، باب صفة السلام، صفحہ ۳۰۱، ج ۸)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ کے بوسے کو مکروہ قرار دیا ہے اور جو احادیث تقبیل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کا انکار کیا ہے۔ جیسا کہ وفد عبد القیس والی حدیث حالانکہ وہ صحیح روایت ہے اور سعد بن مالک کا حضور کے ہاتھ کو بوسہ دینے والی روایت اور ایک دیہاتی کے حضور کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دینے والی حدیث۔

اصل میں امام مالک کے مکروہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ چومے جانے کی وجہ سے آدمی میں تکبر اور غرور پیدا ہوسکتا ہے، نیز یہ وجہ بھی ہے کہ مسلمان مسلمان کا

بھائی ہے اور ہوسکتا ہے کہ جو شخص ہاتھ چومنے والا ہے، وہ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ والے سے زیادہ افضل ہو۔

بات مختصر یہ ہے کہ عزت وشرف والے لوگوں کے ہاتھ چومنے کے جواز کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس پر احادیث وارد ہوئی ہیں اور یہ بھی ہے کہ جو شخص مستحق ہو اور اس کے ہاتھ نہ چومیں جائیں تو (دوسروں) کے دل میں نفرت اور قطع تعلقی کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کے ہمارے زمانے میں معروف ہے۔

(۴) علامہ عبد الرحمٰن بن محمد البغدادی المالکی، امام مالک کے کراہت کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وردت الاحاديث فى المعانقة و تقبيل اليد وانما كرهها مالك لان الاحاديث لم تبلغه من طريق يصح عنده فلذلك انكرها و قال فى الرسالة و كره مالك تقبيل اليد و انكرماروى فيه ولابن الاعرابى، تلميذ ابى داود، كتاب القبل وروى فيه احاديث وآثار فى جواز التقبيل و قد لخص ما فيه مع زيادة فى كتاب اسمه اعلام النبيل بجواز التقبيل وهو مطبوع (ارشاد السالك الى اشرف المسالك، ج۱، ص۲۲۹)

معانقہ اور ہاتھ چومنے کے بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ امام مالک نے اسے مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ ان تک یہ احادیث کسی ایسی سند سے نہیں پہنچیں جو ان کے نزدیک صحیح ہو اسی لیے انہوں نے ان کا انکار کر دیا ہے۔ رسالہ میں فرمایا ہے کہ امام مالک نے ہاتھ چومنے کا انکار کیا ہے اور ان روایات کا بھی انکار کیا

ہے۔ جبکہ (اس موضوع پر) ابوداؤد کے شاگرد ابن الاعرابی کی کتاب القبل موجود ہے۔ اس میں چومنے کے جواز میں بہت ساری احادیث و آثار روایات کیے گئے ہیں۔ ایک کتاب ''اعلام النبیل بجواز التقبیل'' میں ان روایات کا خلاصہ کچھ اضافے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۵) اسی کتاب '' اعلام النبیل بجواز التقبیل'' میں امام مالک کے اعتراض کا جواب بھی دیا گیا ہے، فرماتے ہیں۔

زروق نے ذکر کیا ہے کہ ''امام مالک کا ہاتھ چومنے والی روایات کا انکار کرنا اگر روایت کی جہت سے ہے، تو امام مالک اس میں حجت ہیں، کیونکہ وہ حدیث کے امام ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے، بلاشبہ امام مالک حدیث میں حجت ہیں اور نبی کریمؐ کی سنت جاننے والے شیوخ میں سے ایک شیخ ہیں۔ لیکن ہاتھ چومنے کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کا انکار کرنا اس کے وجود کی نفی میں حجت نہیں ہے، کیونکہ ہاتھ وغیرہ کا بوسہ دینا یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے اتنی زیادہ سندوں سے ثابت ہے جو حد تواتر تک پہنچ رہی ہیں۔ امام مالک اس کے انکار کرنے میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان تک صحیح سند سے کوئی روایت نہیں پہنچی، جیسا کہ اور بہت ساری روایت ایسی ہیں جو ان تک نہیں پہنچیں۔ لیکن دیگر آئمہ حدیث تک پہنچی ہیں، بلکہ امام مالک نے تو حضرت اویس قرنی کے وجود کا انکار کیا ہے، حالانکہ وہ مشہور تابعی ہیں، ان کی فضیلت صحیح مسلم میں ثابت ہے۔ تو کیا یہ درست ہوگا کہ ہم اویس قرنی کے انکار میں امام مالک کی بات تسلیم کریں؟ اور حقائق و واقعات سے آنکھیں بند کرلیں؟ ہرگز

نہیں۔ اسی طرح ہمارے لیے جائز نہیں کہ کسی ایسی چیز کا انکار کریں جو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین سے ثابت ہے، یعنی ہاتھ وغیرہ کے بوسہ لینے کے بارے میں روایات، اتنی زیادہ سندوں سے مروی ہیں جو تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں، کیونکہ ہم ان احکام کی اتباع کے مکلف ہیں جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔

(اعلام التقبیل بجواز التقبیل، ابوالفضل عبداللہ محمد صدیق، ص ۲۲، ۲۳، مکتبہ القاھرۃ)

عدم جواز کے دلائل اور ان کے جوابات

جو حضرات دست بوسی یا قدم بوسی وغیرہ کے قائل نہیں وہ اس کے عدم جواز کے کچھ دلائل بیان کرتے ہیں۔ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل امام ترمذی کی وہ روایت ہے جسے انہوں نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے، وہ روایت درج ذیل ہے:۔

حدثنا سوید اخبرنا عبد الله اخبرنا حنظلة بن عبید الله عن انس بن مالك قال قال رجل یا رسول الله الرجل منا یلقی اخاه او صدیقه اینحنی له قال لا قال افیلتزمه و یقبله قال لا قال افیاخذ بیده و یصافحه قال نعم ، قال ابو عیسی هذا حدیث حسن

(سنن الترمذی ، کتاب الاستیذ ان والاداب عن رسول الله ،
(باب ماجاء فی المصافحة، رقم الحدیث ۲۶۵۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملتا

ہے تو کیا وہ اس کے لئے جھکے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ سائل نے عرض کی، کیا وہ اس سے چمٹ جائے اور اسے بوسہ دے؟ فرمایا نہیں۔ پھر سائل نے پوچھا کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ فرمایا ہاں۔

علامہ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن قرار دیا ہے لیکن علماء نے حسن قرار دینے کو قبول نہیں فرمایا۔ بلکہ اسے ضعیف قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس روایت کے اندر اتنی قوت نہیں کہ اس قدر صحیح احادیث کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ چنانچہ اس روایت کی سند پر جرح کرتے ہوئے غیر مقلدین کے عظیم محدث علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں۔

"حنظلة بن عبيد الله: علامہ ذھبی نے میزان میں فرمایا کہ حنظلة السدرسی البصری اسے ابن عبداللہ اور ابن عبیداللہ بھی کہا جاتا ہے اور اسے ابن ابی صفیہ بھی کہا گیا ہے۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر اس کی روایت کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ یہ روایت میں اختلاط کرتا تھا۔ امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے اور عجیب باتیں بیان کرتا ہے۔ ابن معین نے فرمایا کہ اس راوی کی کوئی اہمیت نہیں آخری عمر میں تبدیل ہو گیا تھا۔ امام نسائی نے فرمایا کہ یہ قوی نہیں اور انہوں نے ایک مرتبہ اسے ضعیف بھی لکھا ہے"۔

علامہ مبارکپوری سند پر جرح کے بعد حدیث کی شرح کرتے ہیں اور پھر آخر میں لکھتے ہیں۔

"اس حدیث کو ابن ماجہ نے کتاب الادب میں روایت کیا ہے اس روایت

کا دارومدار حنظلۃ السدوسی پر ہے اور اس کی حالت آپ جان ہی چکے ہیں"

(تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی، کتبہ فی شرح الحدیث المذکور)

تحفۃ الالمعی کی بحث اور اس پر تبصرہ

ترمذی کی ایک اردو شرح "تحفة الالمعی" جو کہ مفتی سعید احمد پالن پوری محدث دار العلوم دیوبند، کے افادات پر مشتمل ہے اور ترتیب مولانا حسین احمد پالن پوری، فاضل دار العلوم دیوبند کی ہے۔

علامہ موصوف نے "باب ماجاء فی المعانقه و القبلة" کی شرح میں لکھا۔

"متعدد روایات سے ہاتھوں کو اور بعض روایات سے پاؤں کو چومنے کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ روایات درج ذیل ہیں"

اس کے بعد انہوں نے گیارہ روایات ذکر کی ہیں جن سے ہاتھ اور پاؤں چومنے کا ثبوت ملتا ہے ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد نیچے اپنا تبصرہ لکھتے ہیں۔ آپ بھی ذرا وہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔

"ہمارے اکابر قدم بوسی کی تو بالکل اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ ہندوؤں کے فعل کے مشابہ ہے، ہندو اپنے بڑوں کے پاؤں پڑتے ہیں اور وہ اس کو انتہائی تعظیم خیال کرتے ہیں۔ اور دست بوسی کو اگرچہ جائز کہتے ہیں مگر پسند نہیں کرتے کیونکہ دست بوسی کے وقت جھکنا پڑتا ہے اور آدمی رکوع کے مشابہ ہو جاتا ہے، پس وہ سلامی کے سجدہ کی طرح ہو گیا، اس لئے اگر کسی کو چومنا ہے تو پیشانی چومے نبی صلی اللہ وسلم سے یہی ثابت ہے"۔

(تحفة الالمعی شرح سنن الترمذی، ج ششم، ص ۵۰۷، زمزم پبلشرز کراچی)

آپ نے یہ تبصرہ ملاحظہ فرمایا یہ محدث دارالعلوم دیوبند کا تبصرہ ہے، ایک مرتبہ پھر مطالعہ کریں۔ میں تو پڑھ کے حیران رہ گیا کہ یہ ایک ''بڑے'' دارالعلوم کے محدث کا تبصرہ ہے، جنہوں نے بالکل متصل پچھلے صفحے پر تین اور اسی صفحہ پر ایک روایت ذکر کی جس میں پاؤں چومنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے لکھا کہ ''ہمارے اکابر قدم بوسی کی تو بالکل اجازت نہیں دیتے''

جبکہ انہی کی ذکر کردہ روایات میں حضرت زارع اور ان کے ساتھیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں بھی چومے اور حضور نے منع نہ فرمایا۔ گویا خاموش اجازت دے دی، پھر دو یہودیوں کی روایت ذکر کی اس میں بھی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں بھی چومے۔ یہاں بھی خاموش اجازت ہوگئی اور حضرت بریدہ والی روایت میں تو صراحت سے تذکرہ ہے کہ بدو نے عرض کیا ''یارسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کا سر اور آپ کے پاؤں چوموں، چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دی''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اجازت دے رہے ہیں۔ پھر علامہ موصوف نے حضرت علی کی (۱۰) نمبر پر روایت ذکر کی کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''ہمارے اکابر'' جنہوں نے قوم بوسی کی اجازت نہیں دی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تو نہیں ہیں تو گویا ہم یہ سمجھیں کہ وہ ''ہمارے اکابر'' میں شامل نہیں؟ سمجھ میں تو یہی آرہا ہے۔

پیچھے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ۔

۱۔ حضرت عمر فاروق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔

۲۔ حضرت کعب بن مالک نے توبہ قبول ہونے پر آپ کے گھٹنوں کو بوسہ دیا (پاؤں پڑنے والی بات تو اس میں بھی ہوگئی)۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ماں کے قدم چومنے کا حکم دیا۔

۴۔ وفد عبدالقیس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومے۔

۵۔ دو یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو چوما۔

۶۔ ایک بدو نے اجازت مانگ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومے۔

۷۔ حضرت علی نے حضرت عباس کے پاؤں چومے۔

۸۔ فقہاء و محدثین کوفہ جن میں سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمۃ اور امام جعفر الصادق رحمھم اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ کے گھٹنوں کو بوسہ دیا۔

۹۔ الدرالمختار میں گزرا کہ اگر عالم دین اور زاہد سے کوئی شخص پاؤں چومنے کا مطالبہ کرے تو وہ پاؤں آگے کردے تاکہ وہ بوسہ لے سکے۔

۱۰۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی نے البنایۃ میں پاؤں چومنے کی اجازت نقل فرمائی۔

(تلك عشرة كاملة)

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، فقہاء و محدثین علامہ شامی تک بلکہ شیخ عابد سندھی اور مفتی محمد شفیع جنہوں نے ان کے رسالہ کی تلخیص کی سب کے ہاں تو قدم بوسی کی اجازت ہے تو پھر یہ ''ہمارے اکابر'' کون سے ہیں؟

مزید براں آگے بحوالہ عرض کروں گا کہ مولوی مظہر نانوتوی نے رشید احمد گنگوہی کے پاؤں چومے، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے رشید احمد گنگوہی کے پاؤں چومے، حافظ عبدالقادر تھانوی نے حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں چومے۔

پھر یہ ''ہمارے اکابر کون ہیں'' ؟

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدم تو شاید برسی

پالن پوری صاحب آگے لکھتے ہیں:

''کیونکہ وہ ہندوں کے فعل کے مشابہ ہے، ہندو اپنے بڑوں کے پاؤں پڑتے ہیں اور وہ اس کو انتہائی تعظیم خیال کرتے ہیں''۔

تبصرہ :۔اس طرح تو بہت ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی جو کہ اسلامی شعار کہلاتی ہیں۔کیا اس کے بعد یہ تو نہیں کیا جائیگا ؟ کہ عمامہ، داڑھی کی اجازت نہیں کیونکہ یہ سکھوں کے مشابہ ہے اور خانہ کعبہ کے طواف کی اجازت نہیں کیونکہ ہندو اپنے بتوں کا طواف کرتے ہیں۔حجر اسود کو مت چومیے کیونکہ وہ پتھر ہے، اس طرح بت پرستوں سے مشابہت ہوتی ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

فاعتبرو یاولی الابصار

مزید لکھتے ہیں۔

''اور دست بوسی کو اگر چہ جائز کہتے ہیں مگر پسند نہیں کرتے۔کیونکہ دست بوسی کے وقت جھکنا پڑتا ہے اور آدمی رکوع کے مشابہ ہو جاتا ہے۔پس وہ سلامی کے سجدہ کی طرح ہو گیا ہے''۔

تبصرہ :۔کیا نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں جھکے بغیر دست بوسی

ہوتی تھی یا صحابہ، تابعین وصلحائے امت کے دور میں قدم بوسی یا دست بوسی جھکے بغیر ہوا کرتی تھی؟ کیا یہ خیر القرون میں سلامی کے سجدہ کی طرح نہیں ہوتا ہوگا؟ ہم جب میلاد النبی ﷺ کے لیے عشق رسول کی بات کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسا عشق ہے جو صحابہ و تابعین کے دور میں نہ تھا۔کیا ہم یہ کہنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ ''سلامی کے سجدہ کی طرح'' ہونا، صحابہ کے دور میں کیونکہ نہ ہوتا تھا؟ کیا گاندھی کو منبر رسول پر بٹھانے، اور اسے مہاتما کا خطاب دینے، نصف بازو قمیص پہنی ہوئی، ننگھے سر خاتون کو اپنے سٹیج پر خطاب کروانے سے کسی سے مشابہت یاد نہیں آتی ؟

مولانا پالن پوری صاحب اپنے تبصرے کا اختتام کرتے ہوے لکھتے ہیں۔

''اسی لیے اگر کسی کو چومنا ہے تو پیشانی چومے، نبی ﷺ سے یہی ثابت ہے۔''

تبصرہ:۔ ''کسی کو چومنا ہے تو پیشانی چومے'' پیشانی چومنا بلکہ درست ہے ہمیں اس پر اعتراض نہیں بلاشبہ یہ بھی روایات سے ثابت ہے۔لیکن یہ کہنا کہ ''نبی ﷺ سے یہی ثابت ہے'' غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ ''یہی'' کے لفظ حصر کو ملاحظہ فرمائیں کیا نبی کریم ﷺ سے تقبیل کے باب میں صرف یہی ثابت ہے؟۔

صیاد خدا خیر کرے اہل چمن کی
دیکھے ہیں فضاء میں کچھ اڑتے ہوئے پر سے

قدم بوسی پر ہندوؤں کے فعل کی مشابہت کا اعتراض اور دست بوسی پر رکوع کی مشابہت کا اعتراض ہم وہیں سے دور کر لیتے ہیں جہاں سے یہ اعتراض پیدا ہوا ہے۔چنانچہ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کی تلخیص

کے آخر میں علامہ اشرف علی تھانوی کے حوالے سے تین سوال اور جواب تحریر کئے آپ بھی ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں۔

''سیدی حکیم الامت قدس سرہ کے سامنے یہ آخری سوال بعض لوگوں نے پیش کیا تو آپ نے اس کا جواب حسب ذیل تحریر کیا''

''تاویل بلا دلیل غیر مسموع ہے اور ظاہر سے بلا صارف عدول نہیں کیا جا سکتا پس صحیح جواز تقبیل قدم فی نفسہ ہے اور فقہاء کے منع کو عارض مفسدہ پر محمول کیا جائے گا۔ (امداد الفتاوی مبوب، جلد خامس، ص ۳۴۵، مورخہ ذی الحجہ، ۱۳۴۵ھ)

سوال دوم:

اگر قدم بوسی بلا کراہت جائز ہو تو سر جھکا کر اگر چہ سجدہ رکوع وسجود ہو تو جائز ہے یا نہیں ہے؟

الجواب: جوانحناء (جھکنا) مقصودا ہو وہ تو ناجائز ہے، اور جو بضرورت تقبیل کے لازم آجائے وہ حکم میں تقبیل کے تابع ہے''

سوال سوم:

تقبیل قدم کے کیا معنی ہیں؟ قدم کا بوسہ لینا یا حجر اسود کی طرح ہاتھ سے قدم کو مس کر کے ہاتھ کا بوسہ لینا، یا عام معنی لئے جاویں۔

جواب: معنی اول ہی مدلول ہے اور ثانی بے اصل۔ (ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ)

(ہاتھ پاؤں چومنے اور قیام تعظیمی کی شرعی حیثیت، تالیف، مولانا محمد روح اللہ نقشبندی، ص ۴۳، تا ۴۶، دارالاشاعت کراچی)

مذکورہ بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ علامہ اشرف علی تھانوی کے نزدیک:

۱۔ قدم بوسی کرنا فی نفسہ جائز ہے اس کی بالکل اجازت نہ دینے والی بات غلط ہے، جیسا کہ پالن پوری صاحب نے کہا ہے۔

۲۔ کسی کے احترام میں رکوع کی شکل میں صرف جھکنا درست نہیں۔ لیکن اگر قدم بوسی یا دست بوسی کے لئے ہو تو وہ تقبیل کے تابع ہونے کی وجہ سے جائز ہوگی۔

۳۔ قدم چومنے سے مراد، قدم چومنا ہی ہوگا۔ پاؤں کو ہاتھ لگا کر ہاتھ چومنا مراد نہیں ہوگا۔

دوسری روایت۔

معترضین کی پیش کردہ دوسری روایت جسے ابن عربی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی هريرة قال دخلت يوما فی السوق مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فجلس الی البزاز فا شتری سراويل باربعة دراهم و كان لا هل السوق وزان فقال له رسول الله صلی الله عليه وسلم اتزن و ارجح فقال الوزان ان هذه الكلمة ما سمعتها احد قال ابو هريرة فقلت له كفی لك من الوهن والجفاء الا تعرف نبيك فطرح الميزان و وثب الی يد النبی صلی الله عليه وسلم يريد ان يقبلها فجذب يده منه وقال هذا انما تفعله الاعاجم بملوكها و لست بملك انما انا رجل منكم ۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار میں داخل ہوا۔ آپ ایک کپڑا فروش کے پاس تشریف فرما ہوئے۔

آپ نے چار درہم کی شلواریں خریدیں۔ بازار والوں کے پاس ایک وزن کرنے والا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ''اتزن وارجح'' وزن کر اور ترازو کو ذرا اٹھا کے رکھ۔ وزن کرنے والے نے کہا یہ الفاظ تو میں نے کسی سے نہیں سنے۔ حضرت ابو ہریرہ نے اسے کہا کہ تیری یہی کمزوری اور جفا بہت ہے کہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتا۔ اس نے ترازو پھینکی اور تیزی سے حضور کے ہاتھ کی طرف بڑھا تا کہ اسے بوسہ دے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا اس طرح عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں تو بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ تم میں سے ہی ایک آدمی ہوں۔

تبصرہ۔

اس حدیث کو محدث ابن جوزی نے اپنی کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے:۔

هذا حديث لا يصح قال الدار قطني الحمل فيه على يوسف بن زياد لانه مشهور بالاباطيل ولم يحدث عن الافريقي غيره قال ابن حبان الافريقي يروى الموضوعات عن الاثبات و ضعفه يحيى

(کتاب الموضوعات، ج۲،ص۲۴۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

یہ حدیث صحیح نہیں دارقطنی نے فرمایا کہ اس روایت کا دارومدار یوسف بن زیاد پر ہے۔ اور وہ باطل روایات بیان کرنے میں مشہور ہے۔ اس کے علاوہ افریقی سے کسی نے روایت بیان نہیں کی۔ شیخ ابن حبان نے فرمایا کہ افریقی اثبات سے

موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ یحیی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین کے مشہور محدث ناصر الدین البانی نے '' السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ'' میں اسے موضوع قرار دیا ہے

شیخ ابن حبان کا (مذکورہ بالا) حکم بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ'' **فھو کاف بالحکم بوضعہ** ''

یعنی ابن حبان کا یہ کہنا کہ یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے اس روایت پر وضع کا حکم لگانے کے لئے کافی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے اور حق ابن جوزی کے ساتھ ہے۔ علامہ البانی نے اس روایت کے راویوں پر شدید جرح کی ہے۔ جس کے مطابق یوسف راوی کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے۔

امام بخاری کے مطابق۔ ضعیف

ابن حجر عسقلانی کے مطابق۔ ضعیف

علامہ السخاوی کے نزدیک۔ ضعیف جدًا

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: السلسلۃ الضعیفۃ، باب،۸۹، ج۱،ص۱۶۶

تیسری روایت۔

منکرین تقبیل ایک اور روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عمر بن عبد الجبار السنجاری عن عمه عبيدة بن حسان عن قتادة عن انس مرفوعا قبلة المومن اخاه المصافحة

یعنی مومن کا اپنے بھائی کا بوسہ مصافحہ ہے۔

تبصرہ۔ ابن عدی نے اس روایت کے متعلق کہا کہ یہ غیر محفوظ ہے۔ عمرو بن

عبدالجبار اپنے چچا عبیدہ بن حسان سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔

(الکامل لابن عدی، ج ۵، ص ۱۴۱)

سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ عمرو اور عبیدہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، باب عمرو بن شعیب، ج ۵، ص ۱۷۹)

عبیدہ بن حسان کے متعلق ابن حبان نے فرمایا کہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا۔

(السلسلۃ الضعیفۃ، باب ۲۲۲۵، ج ۵، ص ۲۲۴)

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ تیسری روایت بھی قابل استناد نہیں۔

علامہ عبداللہ محمد الصدیق الغماری ذکر کرتے ہیں۔

''دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض ان روایات کو صحیح بھی تسلیم کر لیں (حالانکہ یہ صحیح ہیں نہیں) پھر بھی یہ ان کثیر احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ بوسہ کے جواز والی روایات تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور سند کے اعتبار سے بھی زیادہ صحیح ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان روایات کو اس بات پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ اگر بوسہ کا باعث کوئی دنیاوی مصلحت بن رہی ہو جیسے دولت مند، وڈیرے اور ارباب اختیار میں سے کسی کا بوسہ لینا، یہ مکروہ ہوگا۔ اسی طرح اگر تکبر، غرور، خود پسندی اور نفس کی خوشی کا خدشہ ہو جیسے امام مالک نے فرمایا ہے۔ لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر بوسہ ان ممنوعہ چیزوں کا سبب بن رہا ہو یا اس سے مقصد کسی دولت مند یا صاحب جاہ کا قرب حاصل کرنا ہو تو بغیر کسی اختلاف کے مکروہ ہے۔ بلکہ بعض شوافع کے نزدیک اس وقت تو حرام ہونا بھی بعید نہیں اور اگر ان چیزوں سے خالی ہو تو نا صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔(اعلام النبیل بجواز التقبیل، ص ۲۴، مکتبہ القاہرہ، مصر)

مفسرین، محدثین اور صوفیاء کے نظریات

اس باب میں ان مفسرین کرام، محدثین عظام اور صوفیاء اعلام کے حوالہ جات ذکر کیے جائیں گے، جن کا ذکر پہلے نہیں ہوا

نوٹ۔ یہ حوالہ جات محقق دوراں، شیر اہلسنت، حضرت علامہ محمد ضیاء اللہ قادری کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے (بترمیم) لئے گئے ہیں۔

امام مسلم علیہ الرحمۃ کا نظریہ۔

شیخ المحدثین شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مقدمہ اشعۃ اللمعات میں حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''کہ مسلم صاحب الصحیح چوں نزد او مے در آمد میگفت بگذار مرا تا بوسہ زنم دو پائے ترا''

یعنی امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صحیح مسلم شریف کے جامع ہیں جب امام بخاری علیہ اللہ الباری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے چھوڑ دیں یعنی اجازت فرمائیں کہ میں آپ کے مبارک پاؤں کو چوم لوں۔

(اشعۃ اللمعات فارسی، ص۹، سطر ۵، ۶، ج۱، مطبوعہ نولکشور)

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کا نظریہ۔

خاتم الفقہاء والمحدثین علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ سے مصافحہ کرنے اور ہاتھ پاؤں چومنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا

" **المصافحة للقادم سنة و كذا تقبيل ما ذكر من نحو عالم و صالح و شريف و نسيب** "

آنے والے کے ساتھ مصافحہ کرنا اور عالم دین، صالح شریف اور عمدہ نسب والے کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا سنت ہے۔

آپ نے اپنے فتاوٰی میں ایک واقعہ درج فرمایا ہے کہ فقہاء ثقہ میں سے

ایک فقیہ نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ کچھ عرصہ مکہ مشرفہ میں برکت کے طور پر رہا۔ اولیاء اللہ میں سے مکہ میں میرا ایک دوست تھا۔ ایک دفعہ میں نے اس سے سوال کیا کہ وہ مجھے زمانے کا قطب دکھائے۔ تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا۔ کہ جب تم اسے دیکھو تو اس کے ساتھ بات نہ کرنا کچھ مدت گزرنے کے بعد میں نے قطب کو دیکھا ''**فقبلت يده و جلست ساكتا**'' تو میں ان کے ہاتھ کو بوسہ دے کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ قطب نے تھوڑی دیر مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا۔ اے فقہاء کی جماعت تم میں سے ایک آدمی شہر کا سردار ہے تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس قطب سے اس فقیہ سردار کی بابت پوچھوں۔ لیکن مجھے پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد مجھے پھر ان سے اتفاق ہوا اور میرے دل میں حاضری کے وقت خیال تھا کہ اس فقیہ سردار کے متعلق پوچھوں تو قطب نے خود ہی میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس وقت شہر کا فقیہ سردار شیخ برہان الدین ابو شریف ہے۔ پھر اس کے بعد شیخ ذکریا ہوگا۔ ان دو اماموں کے متعلق قطب کی شہادت کا مشاہدہ ہوا تو واقعی وہ دونوں شہر کے بلکہ پوری دنیا کے سردار اور اس کی زینت تھے۔

(فتاوی حدیثیہ، ص۴۳، مطبوعہ مصر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف۔

شیخ محقق، شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

'' تقبیل ید عالم و زاہد یا مردے کبیر السنن جائز است''

عالم دین اور زاہد یا عمر رسیدہ آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی، ص۲۴، سطر ۱۴، ج۴، مطبوعہ نولکشور)

علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف۔

امام الفضلاء حضرت علامہ سید احمد بن محمد الحموی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں

" فی مفتاح السعادت و اما تقبیل الید ان کان ممن یستحق الاکرام کالعلماء و السادات و الاشراف یرجی ان ینال الثواب کما فعله بعض الصحابة رضی الله عنهم"

مفتاح السعادت میں لکھا ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ کو چومنا جو تعظیم و تکریم کا مستحق ہے جیسے علماء دین، سادات، اشراف اور ذوالاحترام حضرات ہیں ان کے ہاتھ چومنے میں ثواب کی امید ہے جیسا کہ صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔

(شرح الاشباہ و النظائر، ص ۴۵۲، ج ۲ سطر ۸، ۹، مطبوعہ نولکشور)

علامہ قطب الدین دہلوی کا نظریہ۔

علامہ قطب الدین دہلوی اپنی تصنیف لطیف مظاہر حق میں فرماتے ہیں کہ بوسہ دینا اوپر ہاتھ عالم متورع کے جائز ہے بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے۔

(مظاہر حق، ج ۴، ص ۵۴، مطبوعہ لکھنو)

علامہ محمد امین الاربلی علیہ الرحمۃ کا موقف۔

عارف باللہ علامہ محمد امین الکردی الاربلی الشافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

" یسن تقبیل الید لصلاح و نحوه کعلم و زهد "

علم اور زہد وغیرہ کی بنا پر ہاتھ چومنا سنت ہے۔

(تنویر القلوب، ص ۱۹۹، سطر ۱۱، ۱۲، مطبوعہ مصر)

علامہ ابن عقیل علیہ الرحمۃ کا نظریہ۔

وھابیہ، دیوبندیہ کے بہت بڑے امام ابن قیم اپنی کتاب بدائع الفوائد میں حضرت شیخ الحنابلہ ابن عقیل کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ۔

عوتب ابن عقیل فی تقبیل ید السلطان حین صافحه فقال ارأیتم لو کان والدی فعل ذالك فقبلت یده أکان خطاء ام واقعا موقعه قالوا بلی قال فالادب یربی ولده تربیة خاصة والسلطان یربی العالم تربیة عامة فهو بالاکرام اولی۔

شیخ الحنابلہ ابن عقیل نے مصافحہ کرتے وقت بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو کسی شخص نے انہیں اس فعل پر ملامت کی تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میرا باپ ہوتا اور میں اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتا تو کیا یہ میرے لئے جائز تھا؟ لوگوں نے اس کے جواب میں کہا کہ کیوں نہیں؟ ایسا کرنا تو آپ کے لئے جائز ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب باپ کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے، حالانکہ وہ مخصوص افراد کی پرورش کرتا ہے، تو بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دینا کس طرح جائز نہ ہوگا جب کہ وہ ملک کی تمام رعایا کی پرورش کرتا ہے۔ اسی لئے وہ زیادہ مکرم ہے۔

(بدائع الفوائد۔ ج ۳، ص ۱۷۶، سطر ۱ تا ۳، مطبوعہ مصر)

علامہ عبدالرحمٰن صفوری علیہ الرحمۃ کا نظریہ

علامہ الفہامہ عبدالرحمان صفوری اپنی کتاب شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

من قبل رجلی امه فکانما قبل عتبة الکعبة ۔

جس نے اپنی والدہ کے پاؤں کو بوسہ دیا پس اس نے خانہ کعبہ کی دہلیز کو بوسہ دیا۔ (نزہۃ المجالس، ج۱، ص۱۷۱، سطر۲۰، مطبوعہ مصر)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ

قطب الاقطاب، غوث الاغیاث، محبوب سبحانی غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ النورانی کا غنیۃ الطالبین میں ارشاد ہے۔

ان تعانقا و قبل احدهما رأس الأخر و يده على وجه التبرك و التدين جاز۔

اگر دو آدمی آپس میں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور ایک دوسرے کے سر اور ہاتھ کو انہوں نے تبرک کا بوسہ دیا تو یہ شرعاً جائز ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص۳۱)

بادشاہوں کی نیازمندی۔

شیخ الاسلام، نورالدین، ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی، الشطنوفی علیہ الرحمۃ اور حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے برادر حقیقی دارالشکوہ علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ خضر بن عبداللہ الحسینی الموصلی رحمۃ اللہ الباری جنہوں نے سرکار سیدنا غوث اعظم کی تیرہ سال خدمت کی روایت فرماتے ہیں کہ خلیفہ وقت، وزراء اور امراء سیدنا غوث اعظم کے خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کرتے تھے اگر آپ حجرہ شریفہ میں تشریف فرما ہوتے تو اٹھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ جب وہ حجرہ میں بیٹھ جاتے تو پھر آپ دولت خانہ سے باہر تشریف لاتے تا کہ ان کے لئے آپ کو اٹھنا نہ پڑے آپ

ان سے گفتگو نہایت بیباکی سے فرماتے اور واضح الفاظ میں ان کو وعظ و نصیحت فرماتے تو وہ اور آپ کے سامنے عجز و انکساری سے بیٹھتے اور مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔

(بہجۃ الاسرار، ص۸۶، سفینۃ الاولیاء، ص۶۵، ۶۴)

داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کا نظریہ

شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نوراللہ مرقدہ نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اپنا واقعہ درج فرمایا ہے نیز یہی واقعہ حضرت خواجہ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

میں (داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمۃ) ملک شام میں حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ مؤذن مسجد نبوی شریف کے روضہ مبارکہ کے سرہانے کی طرف لیٹا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مشرفہ میں ہوں اور حضور پرنور ایک بزرگ کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں (جیسا کہ بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں) باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ تو دوڑ کر "بر پشت پائش بوسہ دادم" آپ کے پاؤں مبارک کی پشت پر میں (علی ہجویری) نے بوسہ دیا۔ میں متعجب و حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہے۔ تو نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی اور دلی کیفیت کو جان کر ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے امام ابوحنیفہ ہیں، جو تمہارے ہی ملک کے ہیں۔ (کشف المحجوب فارسی، ص۹۳، ۹۴)

شیخ احمد رفاعی علیہ الرحمۃ کا نظریہ

آپ ۵۵۵ھ میں حج شریف سے فارغ ہو کر نبی پاک محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و

الثناء کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر شریف کے مقابل کھڑے ہو کر یہ دو شعر پڑھے:

فی حالة البعد روحی کنت
ارسلها تقبل الارض عنی
و ھی نائبتی و ھذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی

ترجمہ۔ دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا۔ وہ میری نائب بن کر آستانہ عالیہ کو چومتی تھی۔ ایک جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطا کیجئے۔ تاکہ میرے ہونٹ اس کو بوسہ دیں یہ عرض کرنے پر، ''فظهرت له يد النبی صلی الله علیه وسلم فقبلها'' حضور پرنور کا دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو بوسہ دیا۔

(قلائد الجواہر، ص۸۴)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ القوی

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مجلس قائم کی ہوئی تھی کہ حجاج ننگی تلواروں کے ساتھ لشکر لئے ہوئے آیا۔ ایک بزرگ جو حاضر مجلس تھے کہ آج حسن بصری کا امتحان کرتے ہیں۔ حجاج بیٹھ گیا آپ نے ذرہ بھر بھی توجہ نہ فرمائی پھر اس بزرگ نے کہا کہ حسن، حسن بصری ہی ہے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو حجاج نزدیك حسن شد و دستش را ببوسید ۔حجاج نے آپ کے قریب

ہو کر اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء فارسی، ص۲۰)

حضرت ابراہیم ادہم کا موقف۔

حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابراہیم ادہم کی خدمت میں حاضر ہو کر تھیلی پیش کی اور واقعہ عرض کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابھی اس تھیلی کا مالک آنے والا ہے۔ تو وہ نصرانی جو اس تھیلی کا مالک تھا اسی وقت حاضر خدمت ہوا۔ ودر پائے ابراهیم افتاده و بوسه می داد و مسلمان شد ۔اور حضرت ابراہیم کے قدموں میں گر پڑا اور بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا۔ (کیمیائے سعادت فارسی، ص ۵۲۱، مطبوعہ مصر)

شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی کا نظریہ

سیدی عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں کہ سیدی شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابوسعید صفروی علیہ الرحمۃ سے درخواست کی تھی کہ مجھے اپنے قدم مبارک چومنے دیجئے۔ مگر وہ مجھ سے اس کا وعدہ کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ وقت آنے دو۔ لیکن جب انہوں نے انتقال فرمایا تو میں نے خواب میں رسول کریم کی زیارت کی تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ سے ایفائے عہد کی درخواست کر۔ چنانچہ ان کی روح قبض ہو جانے کے بعد میں نے ان کے قدم مبارک کو بوسے دیئے اور ان سے عرض کی یاسیدی آپ کا ایفائے وعدہ ہے اور جیسی آپ کی عزت اور بزرگی زندگی کی حالت میں تھی ویسی ہی آپ کے انتقال کے بعد بھی ہے۔ (طبقات الکبریٰ، ص۴۷، ج۲)

شیخ محمد المغربی کا نظریہ

شیخ محمد المغربی الشاذلی نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حج کے لئے گیا جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو ایک دن نبی پاک صاحب لولاک کی قبر شریف کی زیارت کرتے ہوئے میں نے شیخ محمد بن بکری علیہ الرحمۃ کو دیکھا۔ وہ اس وقت مسجد نبوی میں تدریس کا کام کرتے تھے۔ گفتگو کے درمیان انہوں نے فرمایا کی مجھے ابھی حکم ہے کہ میں کہوں **قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله تعالی مشرقا او کان مغربا**۔ میرا یہ قدم اللہ تعالی کے ہر ولی کی گردن پر ہے خواہ وہ مشرق میں ہو خواہ وہ مغرب میں۔ اس سے مجھے علم ہو گیا کہ ان کو قطبیت کبریٰ عطا کر دی گئی ہے **فبادرت الیہ مسرعا و قبلت قدمیہ و اخذت الیہ المبایعة** پس میں نے ان کی طرف آگے بڑھتے ہوئے ان کے مبارک پاؤں کو چوم لیا اور بیعت ہو گیا۔

(جامع کرامات اولیاء، ص ۲۰۴، ج ۱۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

نوٹ: مذکورہ بالا حوالہ علامہ محمد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ہاتھ اور پاؤں چومنے کا ثبوت'' کے صفحہ ۹۴ سے لیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے شیخ محمد بکری کا قول ''میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ولی کی گردن پر ہے۔ خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں'' ذکر کیا ہے۔ براہ مہربانی اسے سلسلہ سیفیہ کی طرف منسوب کرنے سے گریز کیا جائے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی کا نظریہ

قطب ربانی، غوث صمدانی، شیخ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ان

انعام واکرام کا تذکرہ فرماتے ہوئے، جو کہ اللہ کریم نے ان پر فرمائے ہیں، ایک کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ جب میں فقراء کی کسی اچھی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں تو میں اپنے دل میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ میں ان سے زیادہ گنہگار رہوں (یہ آپ کی کسر نفسی تھی) بعد ازیں فرماتے ہیں۔ **ولذلك اتأثر منهم لما يقبلون يدی**۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں انہیں برگزیدہ سمجھا جاتا ہوں اور وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں۔

(لطائف المنن والاخلاق، ص ۱۴، ج ۱، سطر ۳۷، مطبوعہ مصر)

حضرت ابراہیم خواص کا نظریہ

علامہ عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں کہ فضل رازی علیہ الرحمہ کو ''رے'' شہر میں ایک لاکھ درہم میراث میں ملے۔ تو انہوں نے حالت استغراق میں ان سب درہموں کو زمین پر پھینک دیا اور جب ہوش میں آئے تو ان کو صرف دس درہم ملے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ ان درہموں کو علم دین سیکھنے کے کام میں لاؤں گا۔ آخر سوچا کہ میں نے یہ کیا کیا تھا کہ وجد سے علم دین کی طرف توجہ کی۔ حضرت ابراہیم خواص کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا۔ بندہ نواز میں نے ایک لاکھ میراث پائی تھی میں نے سب کو پھینک دیا اور دس درہم رہ گئے۔ وہ علم دین حاصل کرنے کے کام میں لایا۔ ''بعد ازاں بوسہ بر دست وے زد'' اس کے بعد حضرت ابراہیم خواص نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا میں اس ہاتھ پر قربان کہ جب وجد سے تنزل کیا تو علم دین کی طرف توجہ ہوئی جہالت کی طرف توجہ نہ کی۔

(نفحات الانس فارسی، ۹۵، سطر ۱۶ تا ۲۱)

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کا موقف

شیخ المشائخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ السبحانی ایک دن خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سرورکونین علیہ افضل الصلوۃ والسلام رونق افروز ہیں اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ ان کے حضور ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ اس گھر میں جہاں آپ نے خواب دیکھا ایک رسی بندھی ہوئی ہے اور اس پر خرقے اور جبے لٹکے ہوئے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ تاکہ میں قدم بوسی کا شرف حاصل کرسکوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لٹکے ہوئے خرقوں میں سے ایک خرقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا عمرو! یہ خرقہ بہاؤ الدین کو پہناؤ۔ شیخ الشیوخ نے ارشاد کی تعمیل کی۔ علی الصبح حضرت نے مجھے طلب کیا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہی مکان ہے اور اسی طرح خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ شیخ الشیوخ نے وہی خرقہ جس کی جانب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا تھا اسی تار سے اتار کر مجھے پہنایا اور فرمایا اے بہاؤالدین یہ خرقہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشیش ہے۔

(سفینۃ الاولیاء، ص۱۴۰، ۱۴۱)

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کا موقف

سلطان الھند، خواجہ خواجگان، معین الملۃ والدین، چشتی اجمیری کے متعلق خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

روز پنج شنبہ در مسجد جامع اجمیر دولت پا بوس حاصل شد۔ جمعرات کے روز ایک مرتبہ جامع مسجد اجمیر شریف میں (خواجہ معین الدین چشتی) کے پاؤں مبارک کو چومنے کا شرف حاصل ہوا۔

(اخبار الاخیار فارسی، ص۳۲، سطر۷، مطبوعہ دیو بند۔۔۔۔۔)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا نظریہ

خواجہ خواجگان قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے متعلق حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ

"خواجہ قطب الدین چشتی از مسجد جمعہ بیرون آمدی اصحاب ایشاں حلقہ کردے از بسیارے خلق دست مبارک ایشاں آویزاں بودے ہر کہ آمدی دست مبارک ایشاں بوسیدی وباز گشتی" خواجہ قطب الدین چشتی جامع مسجد سے نکلتے تو آپ اپنا دست مبارک سامنے کر دیتے تو آپ کے حلقہ بگوش حلقہ بنا لیتے اور ہاتھ مبارک کو بوسہ دے کر چلے جاتے۔ (اسرار الاولیاء فارسی، ص۸۰، سطر۱۸تا۲۱، مطبوعہ نولکشور)

خواجہ فرید الدین گنج شکر کا نظریہ

شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ نے مولانا نظام الدین بداؤنی، مولانا یحیی غریب، شیخ برہان الدین غریب عرف ہانسوی، شیخ بدر الدین غزنوی اور دیگر عزیز جو حاضر خدمت تھے فرمایا:

"دست یک دگر بوسیدن سنت رسول است و

سنت انبیاء پشین است دست مشائخ باتعظیم طعام ببوسید
''ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا نبی پاک اور دوسرے انبیاء کی سنت ہے۔

مشائخ و درویشاں کہ دست بوسیدن مید هند نیت ایشاں ایست کہ گردد دریں بمغفورے دست رسد تا یك دگر آمرزیدہ گردیم ۔مشائخ اور درویش ایک دوسرے کا ہاتھ اس لئے چومتے ہیں کہ کسی بخشے ہوئے کا ہاتھ لگنے سے بخشش ہو جائے۔

ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''وقتے منجر را در خواب دیدند پرسیدند خدا تعالی باتو چه کرد گفت در هر معامله که در دنیا کردہ بودم از نیك و بد پیش من داشتند کار بد ینجا کشید کہ فرشتگاں غیب را فرمان شد کہ جانب دوزخ رواں کنید هم دریں بودہ اند کہ فرمان آمد کہ فلاں روز دست خواجه شریف حاجی در مسجد دمشق بوسیدہ بودے از برکت دست بوسیدن او ترا بیا مرزیدم''۔

یعنی ایک مرتبہ ایک شخص کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا سب کچھ میرے سامنے لایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اتنے میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی مسجد میں خواجہ شریف حاجی کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا جس کی برکت سے اس کو بخشا جاتا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ''فردائے قیامت چندیں گنہگاراں را از برکت بوسیدن دستِ بزرگان خواهند آمرزید و ایشاں از دوزخ خلاص خواهند امرزید'' قیامت کے دن کئی گنہگار صرف ہاتھ چومنے کی برکت سے بخشے جائیں گے اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔

''همه حال دست بزرگاں و مشائخ باید بوسد باشد کہ دست ایں کس بدست مغفورے برسد ایں کس بر دست او آفرید و گردد همیں''

ہر حال میں بزرگوں کی دست بوسی کرنی چاہیئے تا کہ کسی بخشے ہوئے کے ہاتھ سے ہاتھ لگنے کی وجہ سے مغفرت ہو جائے۔ (اسرار الاولیاء فارسی)

ہاتھ پاؤں چومنے کے وقت رحمت باری

آں زماں کہ خواهد دست یك دگر ببوسد هزار در هزار رحمت بر ایشاں فرودمے آید همیں کہ از دست بوسیدن یك دیگر فارغ مے آیند آں جملگی رحمت بر ایشاں ایثار مے گردد۔

جس وقت لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں تو ہزار ہا رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں۔ اور جب وہ دست بوسی سے فارغ ہوتے ہیں تو تمام رحمتیں ان پر نثار ہوتی ہیں۔ (اسرار الاولیاء، ص۷۹ تا ۸۴، مطبوعہ نولکشور)

حضرت ابراہیم نسفی کا نظریہ

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ الباری نے تحریر فرمایا ہے کہ ابراہیم نسفی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ منقبض پایا، تو میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا، اور عرض کیا یارسول اللہ میں تو حدیث کے خدمت گاروں میں سے ہوں، اہل سنت سے ہوں، مسافر ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب تو مجھ پر درود بھیجتا ہے تو سلام کیوں نہیں بھیجتا، اس کے بعد سے، میرا معمول ہوگیا کہ میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے لگا۔

(القول البدیع، ص۲۵۳۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

شاہ عبدالرحیم دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ احمد نخعی کا نظریہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں شیخ احمد نخعی کا واقعہ درج کیا ہے کہ شیخ احمد نخعی فرماتے ہیں کہ طریقہ خلوتیہ میں میرے شیخ، شیخ عیسی بن کنعان خلوتی نے جب مجھے اس طریقے کی اجازت بخشی تو مجھے مکہ معظمہ میں اپنا خلیفہ بنایا تاکہ خلوتیہ طریقہ کے تمام پیروکار میرے سامنے اکٹھے ہو کر نماز تہجد کے بعد جیسا کہ ان کا طریق ہے اوراد و وظائف میں مشغول ہو جائیں۔ اس بات سے میرے دل میں غایت درجہ تردد تھا، کیونکہ میرا میلان پوری طرح نقشبندیہ سلسلہ کی طرف تھا۔ اور شیخ خلوتی کے سامنے مجھے لب کشائی کی جرأت بھی نہیں تھی۔ اسی تردد کے عالم میں، میں نے حضور ختم الرسل علیہ الصلوات والتسلیمات کی بارگاہ میں رجوع کیا اور اسی سال روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل مجھے خواب میں سرور دو عالم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ''گویا در زیارت عثمانیہ با خلفاء اربعہ حاضر اند بآں جانب مبادرت کردم و بہ تقبیل ید

شریفہ و ایدی خلفاء کرام بہ ترتیب مشغول شدم'' میں نے دیکھا کہ زیارت عثمانیہ میں چاروں خلفاء کے ہمراہ جلوہ افروز ہیں۔ میں آپ کی طرف تیزی سے بڑھا اور دست مبارک چومنے کے بعد بالترتیب خلفاء کرام کے ہاتھوں کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مزار اقدس کے سرہانے صف اول کے متوازی بچھے ہوئے ایک نئے سجادے کی طرف لائے اور فرمایا؛ یہ شیخ تاج کا سجادہ ہے اس پر بیٹھ جاؤ میں سمجھ گیا کہ آپ کا اشارہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف ہے اور آپ نے اس طریقہ کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ (انفاس العارفین فارسی، ص۱۹۲، درثمین، ص۱۱)

جنات کا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے پاؤں کو بوسہ دینا

مجموعہ کمالات عزیزی میں درج ہے کہ نواب سعادت یار خاں صاحب رؤساء دہلوی کو جنات نے تنگ کرنا شروع کیا تو نواب سعادت یار خاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو شاہ صاحب کے حضور میں پانچ شخص سردار صورت نہایت قوی ہیکل باادب ایستادہ ہیں اور حضرت فرماتے ہیں کہ یہی شخص تمہارا گنہگار ہے اور مجھے بطور سفارش آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے چاہتا ہے کہ آپ اس کی خطا سے درگزر فرما کر جان بخشی کر دیجئے کہ اب تو یہ میرے پاس آپڑا ہے اگر آپ میرا کہنا قبول نہیں کریں گے تو جیسی ذلت اس کے ہاتھ سے آپ کو ہوئی ویسی ہی فقیر اپنی ذلت آپ کے ہاتھ سے تصور کرے گا۔ پس وہ لوگ اس کلام سے نہایت منفعل ہوئے اور جناب شاہ صاحب کے قدموں پر گر کر بوسے دیئے اور نواب کی خطا سے درگزر رہے اور اس وقت پانچوں شخص جناب شاہ صاحب سے دست بوس ہو کر وہیں غائب ہو گئے۔ (مجموعہ کمالات عزیزی، ص۱۷، مطبوعہ دیوبند)

(غیر مقلدین ،وھابی ،دیوبندی (رائے ونڈی) ،پنجپیری فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے اکابر کا نظریہ)

سید احمد بریلوی کا نظریہ۔

دیوبندی اور غیر مقلدین وھابی حضرات کے مجدد اور بزرگ سید احمد بریلوی جو کہ مولوی اسماعیل دہلوی قتیل کے پیرومرشد ہیں۔اپنے مرید مولوی وحید الدین سے کہتے ہیں کہ:۔

’’جب پیرو مرشد کے روبرو ہو کر بیٹھتا ہے اور مرشد کے انوار و برکات حسب استعداد اور مرید کے مرید پر اثر کرتے ہیں تو مرید کا باطن انوار سے مالا مال ہو کر ذوق وشوق سے بے قرار ہو جاتا ہے۔پس مرید بے ساختہ چاہتا ہے کہ مرشد پر فدا ہو جائے اور قدم چومے۔مرشد اس ذوق اور شوق کو دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہے تا کہ وہ بے قرار دست بوسی کر کے اپنی تسکین کر لے۔

(تواریخ عجیبہ،ص۹۱،سطر۵تا۱۸از جعفر تھانیسری،مطبوعہ دھلی)

نواب صدیق حسن بھوپالی

مفسر الوھابیہ،نواب صدیق حسن خان بھوپالی بھی ہاتھ پاؤں چومنے کے جواز میں قائل تھے چنانچہ اپنی کتاب موائد العوائد میں بعض حدیث شریف تقبیل نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ’’ایں اخبار ناظر است در جواز تقبیل دست وپا‘‘ یعنی ہاتھ اور پاؤں چومنے کا جواز ان حدیث شریفہ سے ظاہر ہے۔

(موائد العوائد،ص۸۹)

امام الوھابیہ نواب صدیق حسن بھوپالوی ہی لکھتے ہیں کہ ’’ دیگر معانقہ یا

قادم از سفر و جز آں و بوسیدن دست و تقبیل بھی ھم آمدہ‘‘

(مقالۃ الفصیحۃ فی الوصیۃ و النصیحۃ،ص۱۳۴،سطر۸تا۹)

مولوی وحید الزمان۔

سرتاج الوھابیہ،مولوی وحید الزمان رقم طراز ہیں کہ میں حرم شریف کے اندر جب جاتا اور سبز گنبد شریف پر نظر ڈالتا تو ساری تکلیفیں کافور ہو جاتیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف قدم بوسی کی نعمت عظمیٰ سے وہ خوشی دل پر آتی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔

(وحید اللغات از مولوی وحید الزمان وحیات وحید الزمان،ص۷۹،از مولوی عبدالحلیم)

مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد وھابی حضرات کی نہایت ہی مقتدر شخصیت ہیں ان کی معرکۃ الاراء کتاب ’’ھدیۃ المھدی‘‘ کی عبارت کا ماحصل بیان کرتے ہوئے اخبار اھل حدیث امرتسر ان کا عقیدہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کی نسبت ایسا اعتقاد کرے کہ وہ ہر ایک کام پر بالاستقلال قدرت والا ہے اور اس خیال سے وہ ہر ایک کام پر اس کے سامنے قیام یا سلام یا انحناء سیر ماتقبل یدوغیرہ کرتا ہے تو وہ شرک ہے۔لیکن اگر قطع نظر ان خیالوں کے کوئی شخص کسی غیر اللہ کو سجدہ کرے اور رکوع اور طواف کرے یا اس سے بھی زیادہ کوئی ایسے افعال کرے جو مخصوص بہ عبادت الٰہی ہو بجالائے۔مگر اس کا قصد ان افعال،قیام وسلام وانحناء سیر ہاتھوں کو چومنا وغیرہ سے مجرد ادائے تعظیم اور پختہ ہو اور شعائر اللہ وصالحین کی عظمت کا اظہار اور خدا کے مقرب بندوں کی محبت تو وہ مشرک نہیں ہوسکتا۔(ھدیۃ المھدی،ص۱۳،اخبار اھل حدیث امرتسر،ص۶،۳نومبر۱۹۱۱ء)

مولوی محمد ابوالحسن غیر مقلد کا موقف

مولوی محمد ابوالحسن غیر مقلد فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ جائز ہے، بوسہ دینا چہرے پر اور ہاتھ پر (فقہ محمدیہ، ص ۷، حصہ ششم)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ۔

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک بار مولوی منظور احمد حضرت (حاجی امداد اللہ) کی خدمت میں قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے زندہ مومن روئے زمین پہ نہ دیکھا ہو۔ اور دیکھنا منظور ہو۔ تو مولوی منظور احمد کو دیکھ لے۔ یہ بے شک ولی اللہ ہیں۔ (امداد المشتاق، ص ۱۴۲)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی کتاب امداد المشتاق میں لکھتے ہیں کہ نفاع بدوی کا قصہ بیان فرمایا۔ کہ اس کو مجھ سے عقیدت و محبت تھی۔ جب مدینہ منورہ کو قافلہ جا رہا تھا۔ اول وہ میرے احباب کو لیتا تھا۔ بعد وہ دوسرے مسافروں کا متلاشی ہوتا تھا۔ اور صاحب درد و نیک تھا۔ ایک مرتبہ مجھ کو مدینہ طیبہ لیئے جاتا تھا اس نے ایک حدی شروع کی۔ کہ جب مجھ کو حقیقت حدی کی معلوم ہوئی۔ اور مجھ کو خوب مست کر دیا۔ اور خود بھی مست ہو گیا۔ نفاع کے باہم بدویوں میں ایک بار لڑائی ہوئی۔ اسی کے پاؤں میں گولی لگ کر اندر رہ گئی۔ باوجود علاج کے کرنے کے کئی مہینہ تک اچھا نہ ہوا۔ میرے پاس دعا کو کہلا بھیجا۔ تھوڑے دن بعد وہ آیا۔ اور میرا بہت اعتراز کرنے لگا۔ کبھی دست بوسی کرتا اور کبھی پابوسی۔ میں نے اس سے اس کی بیماری کا حال پوچھا۔ جواب دیا کہ جب مجھ کو حالت یاس کی ہوئی۔ تو آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا۔ کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کر درست کر دیا۔ اور گولی کو باہر پھینک دیا۔ صبح کو گولی خود بخود نکل گئی۔ (امداد المشتاق، ص ۱۴۰، ۱۴۱)

قاسم نانوتوی کو حاجی امداد اللہ کی قدم بوسی سے عالی مرتبہ ملنا

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ کتاب ''آب حیات'' کے اوراق کا مسودہ پشتارہ باندھ کر جہاز پر چڑھا۔ اور محض بامداد خداوندی باوجود گمراہی اور نامہ سیاہی کے جس کی وجہ سے اپنی رسائی تو در کنار ہمراہیوں کی گم گشتگی کا اندیشہ تھا۔ دریا پار ہو کر جدہ پہنچا اور وہاں سے نسواری شتر دوز زمین دونوں قبیلوں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ بیت اللہ زادھا اللہ شرفا و عزۃ الی یوم القیامۃ کا طواف میسر آیا۔ اور حضرت پیر و مرشد ادام اللہ فیوضہ کی قدم بوسی سے رتبہ عالی پایا۔ اعنی بزیادت مطلع انوار سبحانی، منبع اسرار صمدانی، مورد افضال ذی الجلال والاکرام، مخدوم مطاع خاص و عام، سر حلقہ مخلصاں، سراپا اخلاص، سر لشکر صدیقاں با اختصاص، رونق شریعت، زیب طریقت، ذریعہ نجات، وسیلہ سعادت، دستاویز مغفرت نیاز منداں، بہانہ وا گذاشت مستمنداں، ہادی گمراہاں، مقتداء دین پناہاں، زبدہ زماں، عمدہ دوراں، سیدنا و مرشدنا و مولانا الحاج امداد اللہ را ذال کا سمہ امداد ۲ من اللہ المسلمین۔

(آب حیات، ص ۳، ۴، مطبوعہ دہلی)

رشید احمد گنگوہی کا نظریہ

دیوبندیوں کے قطب رشید احمد گنگوہی سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ کہ کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا۔ اور پاؤں کو پکڑنا اور چومنا درست ہے یا نہیں؟ تو مولوی رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا کہ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص

کادرست ہے حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص۴۵۹، مطبوعہ کراچی)

رشید احمد گنگوہی اور مظہر نانوتوی کا نظریہ

دیوبندی حضرات کے مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی اپنی جماعت کے دو بزرگ اور جید مولوی رشید احمد گنگوہی اور مظہر نانوتوی کا آپس میں ملتے وقت ان کا معمول بیان کرتے ہیں جن سے ان کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مولانا محمد نانوتوی عمر میں حضرت امام ربانی رشید احمد سے بڑے تھے مگر عقیدت کے اعتبار سے گویا حضرت کے جان نثار خادم وعاشق جانباز تھے۔ جب تشریف لاتے تو بے اختیار حضرت کے قدموں پر بوسہ دیتے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔

حضرت امام ربانی ''گنگوہی'' کو شرماتے یوں فرمایا کرتے کہ مولانا آپ کیوں نادم فرمایا کرتے ہیں۔ آپ میرے بڑے بھائی ہیں۔ مجھ پر آپ کا ادب ضروری ہے۔ (تذکرۃ الرشید، ص۱۸۱، ج ۲۔ تذکرۃ الخلیل، ص۵۸)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا رشید احمد گنگوہی کا قدم بوس ہونا

دیوبندی حضرات کے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اپنے استاد اور بزرگ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے حج کی روانگی کے موقعہ کا واقعہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے عرض کیا کہ حضرت میرا قصد تو مدینہ طیبہ کا پختہ ہے کہ موت کے لئے جو وقت مقرر ومقدر ہو چکا ہے وہ کہیں بھی نہیں ٹل سکتا اور اس راستہ میں آجائے تو زہے نصیب کہ مسلمان کو اور چاہیے کیا۔ اللہ کا فضل ہے۔ کہ اس نے یہاں تک پہنچا دیا۔ اب اگر موت کے ڈر سے مدینہ طیبہ کا سفر چھوڑوں۔ تو مجھ سے زیادہ بدنصیب کون؟ یہ سن کر اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) کا

چہرہ خوشی کے مارے دمکنے لگا۔ اور فرمایا بس بس تمہارے لئے یہ رائے ہے۔ کہ ضرور جاؤ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ پہنچو گے۔ چنانچہ میں حضرت سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ اور جس طمانیت وراحت کے ساتھ پہنچا۔ وہ میرا ہی دل خوب جانتا ہے تقریباً دو ہفتہ حاضر آستانہ رہا۔ اور پھر بخیریت تمام وطن پہنچ کر حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا قدم بوسی ہوا۔ (تذکرۃ الخلیل، ص۱۰۷)

خلیل احمد انبیٹھوی کا عقیدہ

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — رفتم بہ پائے خود کہ بکوئیت رسیدہ است
ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

(تذکرۃ الخلیل صفحہ نمبر ۱۹۱)

مولوی مظفر حسین دیوبندی کا عقیدہ

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب ایک مرتبہ ایک سرائے میں مقیم تھے۔ مولوی محمد اکبر علی صاحب اپنے پیر مولوی محمد عثمان (جو کہ دیوبندی حضرات کے مولوی حسین علی واں بھچراں والوں کے پیر ومرشد ہیں) کا ایک مکاشفہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ کہ ایک روز خراسان کی خانقاہ شریف میں تین آدمی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ ایک ساعت بھی نہ گزری تھی۔ کہ حضرت نے اپنے ایک خادم ملا محکم الدین صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ان مہمانوں کے لئے برنج پکا کرلاؤ۔ خادم نے حسب الارشاد برنج تیار کیا۔ اور ان تینوں کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت نے پھر خادم کو فرمایا۔ کہ ایک

تربوز اور چند سیب بھی لے آؤ۔ حضرت نے یہ دونوں پھل مہمانوں کے سامنے رکھ دیئے۔ تو وہ مہمان ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت نے ان سے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ ''دراثنائے سفر ہم یہی ایک سا دل میں یہ خیال آیا۔ کہ ''اگر ایں شخص ولی حق است مایاں کے برنج پختہ میدند'' اگر یہ شخص واقعی اللہ تعالی کا ولی ہے تو ہم کو برنج پختہ کھلائے گا۔ دوسرے کے دل میں یہ خیال آیا کہ ''اگر ایں فقیر کامل بزرگ است یا نرا تربوز میدید'' اگر یہ فقیر بزرگ کامل ہے تو ہم کو تربوز کھلائے گا۔

تیسرے کے دل میں یہ خیال آیا کہ ''اگر ایں اھل اللہ و پیر صادق ند مایا نرا سیب عطا فرمایند''۔ اگر یہ اہل اللہ اور پیر صادق ہے۔ تو یہ ہم کو سیب عطا فرمائے گا'' پس ہر سہ خیالات ماہرمر صحیح بظھور آمدند۔ بے شك جناب حضرت قبلہ ولی حق اند'' پس تینوں آدمیوں کے خیالات بالکل صحیح نکلے بے شک آپ اللہ تعالی کے ولی ہیں'' پس ہر سہ مرد ماں سر بپا نہادہ و دست بوسیدہ رخصت شدند''

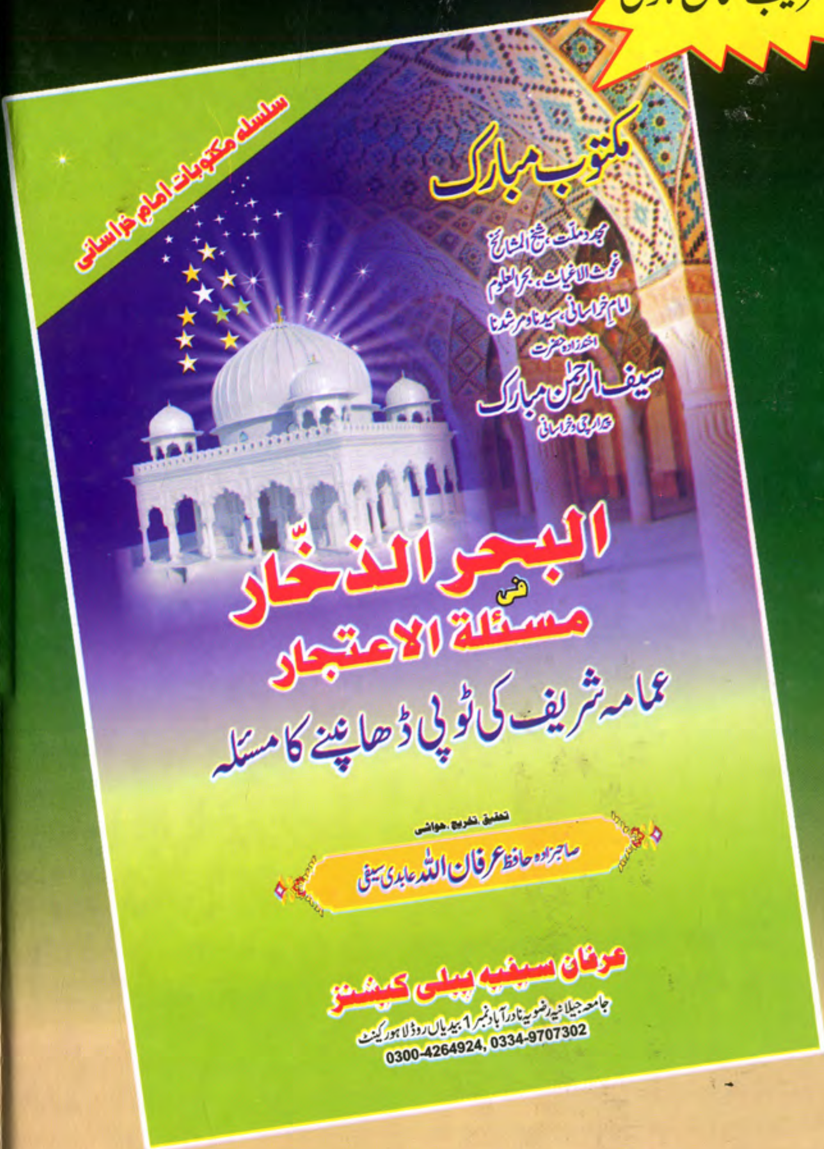
پس تینوں شخصوں نے اپنے سر حضرت محمد عثمان کے پاؤں پر رکھ دیئے اور ان کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا اور رخصت ہو گئے۔ (مجموعہ فوائد عثمانی، ص ۱۰۰)

غلام خاں کے استاد حسین علی واں بھچراں کا فتوی

پیر استاد کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دے تو شرک نہیں تعظیم ہے۔

(بلغۃ الحیران، ص ۷)

ان شاء اللہ
عنقریب شائع ہوگی



عرفان سیفیہ پبلی کیشنز

جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد نمبر 1 بیدیاں روڈ لاہور کینٹ
0300-4264924, 0334-9707302